مسلسل اشاعت کا
29 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

30

www.tanzeem.org

26 محرم الحرام تا 3 صفر 1442ھ / 15 تا 21 ستمبر 2020ء

جماعت اور اطاعتِ امیر

اسلام انفرادی زندگی کو زندگی ہی نہیں مانتا۔ اسلامی زندگی ''جماعت'' ہے۔ جماعت سے مقصود افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں اتحاد، ایتلاف، امتزاج اور نظم ہو...... دنیا کا کون سا کام ایسا ہے جس کو بلا اجتماع و جماعت کے انجام دیا جا سکتا ہے۔ جماعت کی زیادہ دقیق اور فلسفیانہ تعریف چھوڑ دو۔ صاف اور سیدھے سادے معنی جو ہو سکتے ہیں، صرف انہی پر غور کرلو، سوسائٹی، پارٹی، کمیٹی، کلب، انجمن، کانفرنس، پارلیمنٹ، بلکہ قوم، ملک، فوج ان سب سے مقصود کیا ہے؟ یہی کہ ''جماعت'' اور ''التزام جماعت''۔ وحشی قوموں تک کو دیکھتے ہو کہ جنگل کے درختوں کے نیچے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور مل جل کر اپنے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پھر جماعت بے سود ہے اگر اس کا نظام نہ ہو اور کوئی سردار و رہنما نہ ہو۔ تم پانچ آدمیوں کی بھی کوئی مجلس منعقد کرتے ہو تو سب سے پہلے ایک پریذیڈنٹ کا انتخاب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ جب تک کسی کو صدر مجلس نہ مان لیں گے یہ پانچ آدمیوں کی مجلس بھی باقاعدہ کام نہ کر سکے گی۔ فوج ترتیب دیتے ہو تو دس آدمیوں کو بھی بغیر ایک افسر کے نہیں چھوڑتے۔ اس کی اطاعت ماتحتوں کے لیے فرض سمجھتے ہو اور یقین کرتے ہو کہ بغیر اس کے فوج کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ پانچ دس آدمی بھی اگر بغیر امیر کے کام نہیں کر سکتے تو قومیں کیونکر اپنے فرائض بلا امیر کے انجام دے سکتی ہیں؟ اس سے بھی سادہ تر مثال یہ ہے کہ اپنے اپنے گھروں اور خاندانوں کو دیکھو! خود تمہارا گھر بھی تو ایک چھوٹی سی آبادی ہے؟ اگر بیوی تمہارا حکم نہ مانے تو تم کیوں بگڑتے ہو! اگر گھر کے لوگ تمہارے کہنے پر نہ چلیں تو تم کیوں لڑتے ہو! تم کہتے ہو کہ فلاں گھر میں امن و انتظام نہیں، روز خانہ جنگی ہوتی ہے۔ یہ سب کیوں ہے؟ صرف اس لیے کہ ''الجماعۃ والسمع والطاعۃ'' پر عمل نہیں ہو رہا۔ کوئی جماعت امن و نظم و ضبط نہیں پا سکتی جب تک اس کا کوئی امیر نہ ہو اور جب تک امیر کی اطاعت نہ کی جائے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

اس شمارے میں

منافقت
سابقہ اقوام کے انجام میں ہمارے لیے سبق
سیلاب: پاکستان پر آزمائش یا عذاب
خود احتسابی کی ضرورت
صحابیات رضی اللہ عنہن کے کارنامے
ابلیس کی مجلس شوریٰ اور حالات حاضرہ

اللہ تعالیٰ کے لیے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں

سُورۃُ المُؤمِنون | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:81 تا 7

بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوۡۤا ءَ اِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ
اِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَ اٰبَآؤُنَا ہٰذَا مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّاۤ
اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸۳﴾ قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡہَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۴﴾
سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰہِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَ
رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰہِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۸۷﴾

آیت:۸۱ ﴿بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۸۱﴾﴾ ’’بلکہ انہوں نے بھی وہی کہا جو ان سے پہلے لوگوں نے کہا تھا۔‘‘

آیت:۸۲ ﴿قَالُوۡۤا ءَ اِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۸۲﴾﴾ ’’انہوں نے کہا تھا کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں ہی رہ جائیں گی تو کیا ہمیں پھر اٹھا لیا جائے گا؟‘‘

آیت:۸۳ ﴿لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَ اٰبَآؤُنَا ہٰذَا مِنۡ قَبۡلُ﴾ ’’اسی کی دھمکی ہمیں دی جا رہی ہے اور اس سے پہلے ہمارے آباء و اجداد کو بھی دی گئی تھی‘‘

﴿اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸۳﴾﴾ ’’یہ کچھ بھی نہیں مگر قصے ہیں اگلے لوگوں کے۔‘‘

آیت:۸۴ ﴿قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡہَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۴﴾﴾ ’’آپؐ ان سے پوچھئے کہ یہ زمین اور جو اس میں ہیں سب کس کے ہیں؟ اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ)!‘‘

آیت:۸۵ ﴿سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰہِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۸۵﴾﴾ ’’یہ کہیں گے کہ اللہ ہی کے ہیں! آپؐ کہیے تو کیا تم غور نہیں کرتے؟‘‘

آیت:۸۶ ﴿قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۸۶﴾﴾ ’’آپ ان سے پوچھیے کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟‘‘

آیت:۸۷ ﴿سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰہِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۸۷﴾﴾ ’’کہیں گے کہ (یہ سب کچھ بھی) اللہ ہی کا ہے! آپؐ کہیے تو کیا تم (اُس اللہ سے) ڈرتے نہیں؟‘‘

تم لوگ اللہ کو اس دنیا و مافیہا کا خالق بھی مانتے ہو اور اسے عرش و فرش کا مالک بھی تسلیم کرتے ہو لیکن اس کے ساتھ بتوں اور دیوی دیوتاؤں کو اس کا شریک بھی بناتے ہو! کیا تمہیں یہ جسارت کرتے ہوئے ذرا بھی خوف محسوس نہیں ہوتا؟

فرمان نبویؐ

تکبر، خیانت اور قرض سے دور رہنا

عَنۡ ثَوۡبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنۡ فَارَقَ الرُّوۡحُ الۡجَسَدَ وَھُوَ بَرِیۡءٌ مِنۡ ثَلَاثٍ مِنَ الۡکِبۡرِ وَالۡغُلُوۡلِ وَالدَّیۡنِ دَخَلَ الۡجَنَّۃَ)) (رواہ الترمذی)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو روح جسم سے جدا ہوئی اور وہ تین چیزوں، تکبر، خیانت اور قرض سے بری تھی، تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔‘‘

تشریح: اس حدیث میں تین برائیوں کا ذکر ہے۔ تکبر ایک بری خصلت ہے۔ اسی طرح امانت میں خیانت کے بارے میں بھی آخرت میں جواب طلبی ہوگی۔ اور شدید ضرورت کے بغیر قرض لینا بھی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ تکبر، قرض اور خیانت سے اجتناب کرنا جنتی لوگوں کا وصف ہے۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

26 محرم الحرام تا 3 صفر 1442ھ — جلد 29
15 تا 21 ستمبر 2020ء — شمارہ 30

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منافقت

تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی جیسی خامیاں اور نقائص انسانی عقل کو بُری طرح متاثر کرتی ہیں۔ حق جوئی اور اُصول پسندی کوسوں دور چلی جاتی ہیں۔ سوال میرٹ کا نہیں رہتا ضد کا بن جاتا ہے۔ پاکستان کے سیکولرز اور لبرلز کی عظیم اکثریت اِن بیماریوں میں مبتلا ہے۔ عجیب منطق ہے کہ قائداعظم اور مسلم لیگ کا تقسیم ہند کا مطالبہ کسی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے نہیں تھا بلکہ محض مسلمانوں کے ایک ملک کے لیے تھا۔ سیکولرز یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرتے کہ پنجابی پنجاب اور بنگالی بنگال کی یا پختون صوبہ سرحد کی انگریز سے آزادی علاقائی اور لسانی بنیادوں پر چاہتا تھا بلکہ یہ کہہ کر کہ مسلمانوں کو ایک ملک درکار تھا گویا خود تسلیم کرتے ہیں کہ تقسیم کی بنیاد مذہب تھی۔ پھر 11 اگست 1947ء کی قائداعظم کی تقریر کا مسئلہ کیا ہے؟ اوّل تو 11 اگست کی یہ مبینہ تقریر ابھی تک اُس طرح ثابت ہی نہیں ہوسکی جس صورت میں ہمارے سامنے لائی جاتی ہے کیونکہ تاریخ نے اِس کے متن پر بہت سوال اُٹھائے ہیں۔

اِس تقریر کا اصل مسودہ آل انڈیا ریڈیو کے ریکارڈ میں نہیں ہے۔ پاکستانی نژاد برطانوی محقق سلینہ کریم نے برطانیہ کی تمام لائبریریاں کھنگال ڈالیں، اُنھیں کہیں سُراغ نہ مل سکا۔ لہٰذا جو تقریر سامنے لائی جاتی ہے وہ مشکوک ہے۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ تحریف شدہ ہے اور ہم بڑے دکھ سے یہ کہیں گے کہ اِسے ٹمپرڈ کرنے میں پاکستان کی ماضی کی عدلیہ کا ایک بہت بڑا نام ملوث دکھائی دیتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا آسان نہیں کہ ایک ایسا انسان جس کے کھرے اور سچے ہونے کی اور جس کی اُصول پسندی، دیانت داری اور حق گوئی کی اُس کے دشمن بھی گواہی دیتے ہوں وہ تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان بھر کے عوامی دورے کر کے اور دوسرے مختلف پلیٹ فارمز سے ایک نظریہ کے حق میں بڑے پُرزور انداز میں ایک سو سے زائد تقاریر کرے اور پاکستان کے بننے کے بعد 13 ماہ میں 14 ایسی تقاریر کرے جن سب کا ایک ہی مطلب ہو کہ پاکستان اسلامی ریاست بنے گا۔ 11 اگست کو یکدم وہ ایک ایسی تقریر کر ڈالے جو اِن تمام تقاریر کی نفی کر ڈالے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عناصر قائداعظم کی زندگی میں بھی متحرک ہوئے تھے اور اُنھوں نے قائداعظم کی تقریر کو اپنا مطلب اور مفہوم دینے کی کوشش کی تھی۔ اِس لیے قائداعظم نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے اُن کی مذموم کوششوں کی مذمت کی۔ قائداعظم نے کہا:

"Islamic principles today are as applicable to life as they were thirteen hundred years ago. He could not understand a section of the people who deliberately wanted to create mischief and propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of Shariat." (Speeches,Statements and Messages of the Quaid-e-Azam Vol IV, Yusufi, 1996)

کیا قائداعظم کا ایک سوال کے جواب میں یہ فرمانا کہ پاکستان کا آئین تیرہ سو سال پہلے قرآن کی صورت میں نازل ہو چکا ہے بالکل نظرانداز کر دینا چاہیے؟ مزید برآں اِن لوگوں سے یہ سوال پوچھنے کی بھی ضرورت ہے کہ آخر مہاتما گاندھی کو قائداعظم سے یہ پوچھنے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی ''کیا پاکستان سے آپ کی مراد Pan Islamism ہے اور جب کانگریس نے مسلم لیگ اور قائداعظم پر یہ الزام لگایا کہ وہ سیاست میں مذہب کو گھسیٹ رہے ہیں تو قائداعظم نے اِس کا جواب دیا جس کا مفہوم کچھ یوں تھا کہ ہمیں اِس پر فخر ہے۔ اگر ہمارے سیکولرز اور لبرلز کا الزام یہ ہے کہ قائداعظم کی 11 اگست والی تقریر کا جو مفہوم وہ بیان کرتے ہیں، وہ درست ہے اور اُنھوں نے چونکہ 11 اگست کی تقریر آئین ساز اسمبلی میں کی تھی لہٰذا اُن کے اصل نظریات یہ ہیں تو پھر وہ صاف صاف بتائیں کہ پاکستان کے قیام کے بعد اور یہ پینترا بدلنے (بقول سیکولرز) کے بعد ایک اچھا سامع یا قاری قائداعظم کو کن الفاظ سے یاد کرے گا اور وہ خود قائداعظم کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

درحقیقت جب انسان آئینہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اُسے اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ اِس سے پہلے کہ ہم اُن کے چہرے کی نقاب کشائی کریں ہم قارئین کو سیکولرازم کی تعریف یعنی Definition بتانا چاہیں گے۔ مختصر ترین الفاظ میں سیکولرازم کا مطلب ہے کہ اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں مذہب کی نفی کرنا۔ دنیا میں معاملاتِ زندگی کرتے ہوئے کسی بھی مذہب کو کسی بھی سطح پر اور کسی بھی صورت میں بیچ میں نہ لانا۔

آیئے! اِس پس منظر میں اور سیکولرازم کی اِس تعریف کے ساتھ پاکستان کی تاریخ میں اپنے ہاں کے سیکولرز کے رول کا جائزہ لیتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے اوّلین حکمرانوں نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کا رُخ امریکہ سے اچھے تعلقات کی طرف رکھا۔ اِس میں قائداعظم اور خاص طور پر لیاقت علی خان شامل تھے پھر جلد ہی پاکستان سیٹو سنٹو کا رُکن بن کے امریکہ کا حلیف بن گیا گویا سوویت یونین کے مخالف گروپ میں چلا گیا۔ لیکن پاکستان کے سیکولرز نے سوویت یونین کو اپنا اَن داتا قرار دے دیا اور پاکستان کے ساتھ ساتھ پاکستان کے حلیف امریکہ کو بھی گالیاں دینا بھی شروع کر دیں۔ شائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے اس حد تک کوئی حرج نہ تھا کیونکہ امریکہ اُس وقت مذہب کی طرف رجحان رکھنے والے ممالک کا گروہ تھا جبکہ سوویت یونین نے مذہب کو بے دخل کیا ہوا تھا لہٰذا پاکستانی سیکولرز اور روسیوں کا جوڑ منطقی بلکہ فطری دکھائی دیتا تھا۔ دونوں مذہب بے زار تھے۔ 1980ء کی دہائی کے آخر میں جب سوویت یونین شکست و ریخت کا شکار ہوا تو وہاں صرف روس رہ گیا۔ امریکہ واحد سپر یم پاور آف دی ورلڈ بنا۔ پھر نائن الیون ہو گیا، تب ہمارے سیکولرز کے تیور بھی بدل گئے۔ حالانکہ نہ روس میں مذہب آ گیا تھا نہ امریکہ میں کوئی بنیادی تبدیلی آئی تھی۔ فرق صرف یہ واقع ہوا کہ پہلے پاکستان کے ہمسائے افغانستان میں روس مسلمانوں کو مار رہا تھا تو ہمارے سیکولرز روس کے ساتھ تھے اور جب امریکہ نے مسلمانوں کو مارنا شروع کیا تو ہمارے سیکولرز اِن ہی امریکیوں سے عشق کرنے لگے۔ جن سے وہ نفرت کرتے تھے۔ گویا اُنھیں بیر مذاہب سے نہیں صرف اِسلام سے ہے۔ اور مثالیں لے لیجیے کشمیر، بھارت، فلسطین اور یورپ میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں، مسلمان بچیوں کی عزت سے کھیلا جائے، اُن کے انسانی اور بنیادی حقوق پاؤں تلے روندے جائیں، اُن کی مقدس کتاب اور مقدس ہستیوں کی توہین کی جائے تب بھی یہ سیکولرز آواز نہیں نکالیں گے اور اگر سندھ میں کوئی ہندو لڑکی چاہے اپنی مرضی سے ہی مسلمان سے شادی کر لے یا کسی غیر مسلم سے رتی بھر زیادتی ہو جائے تو یہ لوگ آسمان سر پر اُٹھا لیں گے۔

ہم ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کا سیکولر اور لبرل طبقہ مذہب بے زار نہیں اسلام بے زار ہے۔ وہ سیکولرازم سے مخلص نہیں لہٰذا قائداعظم جیسے بڑے انسان پر بھی وہ یہ الزام لگاتا ہے کہ قائداعظم اسلام کا نام تو لیتے رہے لیکن اسلام سے مخلص نہیں تھے۔ اُنھیں آئینہ میں اپنا چہرہ نظر آ رہا ہے لیکن زمینی حقائق یہ ہیں کہ قصوروار صرف وہ نہیں ہیں۔ اسلام کے دعوے دار بھی اِس سب کچھ کے ذمہ دار ہیں۔ وہ اپنی دینی ذمہ داری نبھانے اور اسلام پر حملوں کی مدافعت اور مزاحمت کرنے میں بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ اگر دینی جماعتوں نے پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی مخلصانہ کوشش کی ہوتی تو یہ سیکولرز اِس قسم کے شوشے نہ چھوڑتے۔ درحقیقت ہر دینی جماعت اور ہر مسلمان کو خود احتسابی کی ضرورت ہے۔ خود سے یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا بحیثیتِ مسلمان میں اپنی دینی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں!

سابقہ اقوام کے انجام میں ہمارے لیے سبق

(سورۃ الذاریات کے دوسرے رکوع کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 4 ستمبر 2020ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن حکیم کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں ہم سورۃ الذاریات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہ مکی سورت ہے۔ گزشتہ آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو اقوام یعنی قوم لوط اور فرعون کی قوم کا احوال بیان فرمایا تھا کہ کس طرح ان قوموں کی سرکشی کی بدولت ان کو سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔ اب اگلی آیات میں مزید تین اقوام کا مختصراً بیان ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿وَ فِیۡ عَادٍ اِذۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمُ الرِّیۡحَ الۡعَقِیۡمَ ﴿۴۱﴾﴾ ”اور قومِ عاد میں بھی (نشانی ہے) جب ہم نے اُن پر ایک ایسی ہوا چھوڑ دی تھی جو ہر خیر سے خالی تھی۔“ (الذاریات:41)

یعنی اس قوم پر زور دار آندھی کی صورت میں اللہ نے عذاب مسلط کیا۔ آگے اس کی کیفیت قرآن بیان کر رہا ہے:

﴿مَا تَذَرُ مِنۡ شَیۡءٍ اَتَتۡ عَلَیۡہِ اِلَّا جَعَلَتۡہُ کَالرَّمِیۡمِ ﴿۴۲﴾﴾ ”وہ نہیں چھوڑتی تھی کسی شے کو جس پر وہ آجاتی تھی مگر اُس کو چورا چورا کر کے رکھ دیتی تھی۔“ (الذاریات:42)

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے قسمیں اُٹھائیں جن میں ہواؤں کی قسم بھی کھائی گئی۔ یہ ہوا اللہ کے حکم سے چلتی ہے اور کبھی معتدل رفتار سے چلے تو وہ باعث سکون بھی ہوا کرتی ہے، بارش کے برسنے کا سبب بھی بنتی ہے اور کھیتوں میں فصلیں بھی اُگ جاتی ہیں لیکن اگر آندھی آجائے، جھکڑ چلنے لگیں تو وہ فصلیں برباد ہو جاتی ہیں۔ اگر معتدل اور مناسب رفتار سے چلے تو سمندروں میں کشتیاں بھی چلتی ہیں، جہاز بھی چلتے ہیں، مگر اس ہوا کی رفتار بہت تیز ہو جائے تو وہ بڑے بڑے جہازوں کو الٹ دیتی ہے۔

بہرحال ان ہواؤں میں بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور اس قوم پر جو ہوا مسلط کی گئی وہ مسلسل سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی۔ ذرا تصور کیجئے کہ اگر پانچ منٹ تیز ہوا چل جائے تو کتنا نقصان ہوتا ہے۔ برسوں پہلے کراچی میں بہت زور دار ہوائیں چلی تھیں تو بڑے بڑے بل بورڈز گر گئے تھے جن کی وجہ سے کئی ہلاکتیں ہوئی تھیں۔ بالآخر ہائی کورٹ کو یہ فیصلہ دینا پڑا کہ بل بورڈز شاہراؤں سے ہٹائے جائیں۔ دس پندرہ منٹ تیز ہوا چلی تو اتنی ہلاکتیں ہوگئیں۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ اگر ایک ہفتہ پورا مسلسل آندھی چلی تو اس کا انجام کیا ہوا ہوگا۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ وہ ہوا

مرتب: ابو ابراہیم

خیر سے بالکل خالی تھی اور اس نے کسی شے کو نہ چھوڑا جس پر وہ آئی مگر یہ کہ اسے گلی سڑی ہڈی کی طرح کر دیا۔ قوم عاد کے اس انجام کے حوالے سے جابجا قرآن میں تفصیل آئی ہے۔ اب قرآن حکیم کے آخری پاروں میں مختصر بیان ہے۔ قوم عاد وہ قوم ہے جس کو بڑے ڈیل ڈول دیے گئے، جسمانی قوت دی گئی، طاقت دی گئی، وسائل دیے گئے، تجارت بھی تھی اور دیگر معاشی سرگرمیاں بھی ان کی تھیں۔ لیکن جب دعوت توحید کو رد کیا، رسول کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تو وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ بھر آندھی ان پر مسلط کر کے ان کو ہلاک کر ڈالا۔

اگلا بیان قوم ثمود کا ہے جن کی طرف صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا، قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ فرمایا:

﴿وَفِیۡ ثَمُوۡدَ اِذۡ قِیۡلَ لَہُمۡ تَمَتَّعُوۡا حَتّٰی حِیۡنٍ ﴿۴۳﴾﴾ ”اور اسی طرح ثمود کے معاملے میں بھی (نشانی ہے) جب ان سے کہا گیا کہ ایک خاص وقت تک کے لیے تم فائدہ اٹھالو (دنیا کی نعمتوں سے)۔“ (الذاریات:43)

یہ صالح علیہ السلام کی قوم تھی جس کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اونٹنی کا معجزہ بھی عطا کیا تھا۔ پہاڑ پھٹا اور اس میں سے بہت بڑی اونٹنی برآمد ہوگئی۔ یہ اتنی بڑی تھی کہ پانی پینے کی باری بھی تقسیم کرنا پڑی۔ فیصلہ ہوا کہ ایک دن وہ اونٹنی پانی پیئے گی اور ایک دن ساری قوم کے جانوروں کو پانی پلانے کا موقع ملے گا۔ اس قدر بڑی اونٹنی ان کے تقاضے پر اللہ نے عطا فرمائی مگر پھر بھی یہ قوم نافرمانی پر اڑی رہی، شرک پر اڑی رہی، پیغمبر کی دعوت کو رد کیا۔

﴿فَعَتَوۡا عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہِمۡ﴾ ”تو انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے“ (الذاریات:44)

پھر سرکشی میں اتنی بڑھی کہ ان کے مطالبے پر اونٹنی کی شکل میں اللہ نے ان کو جو معجزہ عطا کیا تھا اس کو بھی ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ان کو مہلت دی گئی۔ قرآن میں دیگر مقامات پر بیان ہے کہ ان کو صرف تین دن کی مہلت دی گئی کہ جتنا فائدہ اُٹھا سکتے ہو اُٹھا لو۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قوم پر یہ عذاب مسلط کیا گیا۔

﴿فَاَخَذَتۡہُمُ الصّٰعِقَۃُ وَ ہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ ﴿۴۴﴾﴾ ”تو ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک چنگھاڑ نے انہیں آ پکڑا۔“ (الذاریات:44)

یعنی حیران و پریشان یہ قوم مٹا دی گئی۔ قرآن حکیم دیگر مقامات پر اور الفاظ بھی استعمال کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم پر زلزلہ بھی مسلط کیا گیا اور ایک زوردار آواز ان پر مسلط کی گئی اور یہاں ذکر آ رہا ہے کہ بجلی کی کڑک نے انہیں آ پکڑا۔ اس قوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے فراوانی، خوشحالی اور مادی وسائل عطا کیے تھے مگر انہوں نے اپنی

ایک آنکھ کھلی رکھی جو دنیا ہی کو دیکھتی ہے، ظاہر ہی کو دیکھتی ہے اور دوسری آنکھ جو حقیقت کو دیکھے، جو وحی کی تعلیم کی روشنی میں حقائق کو دیکھے اور حق کو پہچان کر اپنے لیے زندگی کا لائحہ عمل طے کرے، وہ آنکھ جس کو پیغمبر کی دعوت کو قبول کر کے استعمال کیا جانا تھا، وہ بالکل بند رکھی، اندھے بنے رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر بھی بجلی کے کڑک کے عذاب اور دیگر عذابوں کی کیفیات کو مسلط کر دیا۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ﴾ ''تو نہ ان میں کھڑے ہونے کی سکت رہی۔'' (الذاریات:45)

ان کے پاس وسائل، مادی ترقی اور خوشحالی سب کچھ تھا لیکن جب اللہ کا عذاب آیا ہے تو اللہ کے عذاب کے مقابلے میں کھڑے نہ رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھا دیا گیا کہ تم اپنے تئیں جو چاہو سو کر لو لیکن حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا چلے گا۔ جیسے قرآن تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی شان بیان فرماتا ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ﴾ ''فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں سوائے اللہ کے۔''

کامل اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اکثر نافرمان قومیں جب عروج پاتی ہیں تو وہ دنیا میں اپنا ورلڈ آڈر نافذ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ گویا وہ سمجھتی ہیں کہ ''ہم سے ہے زمانہ''۔ ہم جو چاہیں کریں۔ ایسی سرکش قومیں اپنے تکبر اور غرور میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتیں۔ ایسی ہی سرکش قوم کے بارے میں اللہ پاک یہاں فرما رہا ہے کہ: ''تو نہ ان میں کھڑے ہونے کی سکت رہی''۔

یعنی ان کی ساری ترقی وخوشحالی دھری کی دھری رہ گئی، جو بھی اس وقت ان کے پاس ٹیکنالوجی اور صلاحتیں تھیں جن پر انہیں بڑا ناز تھا وہ ان کے کسی کام نہ آئیں۔

﴿وَمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝﴾ ''اور نہ ہی اس قابل رہے کہ بدلہ لیتے۔'' (الذاریات:45)

مراد یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا اختیار نہیں تھا کہ جو عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا، جو فیصلہ ان کے بارے میں کر دیا گیا، اس کے خلاف کچھ کر سکیں۔ یہ یہاں قوم ثمود کا مختصر بیان تھا۔ اگلی آیت میں نوح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں ذکر ہے:

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ﴾ ''اور قومِ نوح کو بھی اس سے پہلے (ہم نے پکڑا)۔''

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝﴾ ''یقینا وہ بھی بڑے ہی نافرمان لوگ تھے۔''

قوم نوح کا تفصیلی واقعہ دیگر مقامات پر آتا ہے۔ قرآن حکیم کے 29ویں پارے میں سورۃ نوح موجود ہے جو سیدنا نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ سورۃ العنکبوت میں قرآن بتاتا ہے کہ نوح علیہ السلام 950 سال تک اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے اور کس کس انداز میں دعوت دی، اس کا احوال سورۃ نوح میں مذکور ہے کہ انفرادی طور پر بھی دعوت دی، اجتماعی طور پر بھی دی، ایک ایک کے پاس جا کر بھی دی، اعلانیہ بھی لوگوں کو دعوت دی۔ نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو برس تک استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے اور قوم کا ردعمل یہ تھا کہ (معروف رائے کے مطابق) زیادہ سے زیادہ 80 افراد ایمان لائے۔ اگر اس کی اوریج نکالیں تو تقریباً 12 سال میں ایک فرد ایمان لایا۔ لیکن نوح علیہ السلام استقامت کا پہاڑ بنے رہے۔ اس قدر وقت گزر گیا۔ اس کے بعد اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو زمین سے بھی پانی نکلنا شروع ہوگیا اور آسمان سے بھی برسنا شروع ہوگیا۔ بالآخر اس طوفان میں وہ نافرمان قوم غرق ہوگئی، سوائے ان لوگوں کے جو تائب ہو کر حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھی بن گئے تھے۔

یہاں سورۃ الذاریات کا دوسرا رکوع مکمل ہوا۔ اس مقام پر پانچ اقوام کا ذکر آیا۔ لوط علیہ السلام کی قوم، فرعون اور آل فرعون کا بیان، پھر قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح کا بیان آیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر بھی کئی مرتبہ قرآن حکیم میں آیا۔ یوں چھ رسول جن قوموں کی طرف بھیجے گئے ان رسولوں اور ان کی قوموں کا تذکرہ جابجا ہمیں قرآن میں ملتا ہے۔ تاہم سورۃ ہود (12واں پارہ)، سورۃ الشعراء (19واں پارہ) اور سورۃ الاعراف (آٹھواں ونواں پارہ) میں ان چھ رسولوں کے حالات ہمیں ترتیب سے ملتے ہیں۔ ان واقعات میں حکمتیں بہت ساری ہیں۔ ایک اہم مقصد

پریس ریلیز 11 ستمبر 2020ء

لاہور موٹروے پر اجتماعی زیادتی کا واقعہ معاشرتی بگاڑ کی انتہا ہے

شجاع الدین شیخ

لاہور موٹروے پر اجتماعی زیادتی کا واقعہ معاشرتی بگاڑ کی انتہا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ جب معاشرے بُری طرح گل سڑ جائیں اور اُن سے سڑاند اُٹھنے لگے تو اِس طرح کے اندوہناک واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ وہ میڈیا جو ایسے واقعات پر شور وغوغا کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ بے حیائی پر مبنی اشتہارات اور جنسی لحاظ سے اشتعال انگیز ڈرامے دکھا کر یہی میڈیا جنسی بے راہ روی اور بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے اور جب اِس کے نتیجہ میں ایسے اندوہناک واقعات رونما ہوتے ہیں تو پھر انصاف کا نام نہاد ٹھیکیدار بن کر مگر مچھ کے آنسو بہانے شروع کر دیتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اسلام مخلوط معاشرت اور مرد وزن کے کھلم کھلا میل جول کی اِس لیے مخالفت کرتا ہے تاکہ جنسی خواہشات بے لگام نہ ہوں۔ اِسی لیے قرآنِ پاک مرد کو نگاہیں نیچی رکھنے اور عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ درحقیقت اِسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جب تک ہم اِس نظام کو مکمل طور پر نہیں اپنائیں گے ہم ایسے خوفناک جرائم کا قلع قمع نہیں کر سکیں گے۔ اُنھوں نے خاص طور پر عدالتی نظام کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہا کہ ہمارے ہاں مقدمات سالوں چلتے ہیں جس سے بدطینت لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں اور بعض اوقات سزا سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اُنھوں نے مطالبہ کیا کہ قطع نظر اِس کے کہ مجرمان کون ہیں اور کس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اُنھیں فوری طور پر گرفتار کر کے عبرتناک سزا دی جائے۔ اُنھوں نے کہا کہ اسلام نے ایسے مجرموں کو سرِعام سزا دینے کا حکم اِس لیے دیا ہے تاکہ یہ سزائیں لوگوں کے لیے باعثِ عبرت ہوں اور جرائم پر قابو پایا جاسکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نز دنیلور اسلام آباد'' میں

1

02 تا 04 اکتوبر 2020ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مبتدی وملتزم نظریاتی ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

1- جن رفقاء کو ملتزم تربیتی کورس مکمل کئے ہوئے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، ان کی نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی جبکہ مبتدی نظریاتی ریفریشر کورس میں مبتدی نصاب کا مطالعہ نہ کرنے والے رفقاء کی شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی۔ البتہ امیر حلقہ کی اجازت سے احباب بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

2- اس کورس سے جو مبتدی/ملتزم رفقاء گزریں گے ان کے مبتدی/ملتزم نصاب کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہوگی۔

3- جو رفقاء اس کورس میں جزوی شرکت کریں گے وہ جس قدر نظریاتی ریفریشر کورس کے نصاب/موضوعات سے گزریں گے، اس کے بقدر مبتدی/ملتزم نصاب کے موضوعات کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہوگی۔

4- اس کورس میں وہ مبتدی/ملتزم رفقاء بھی شامل ہوسکیں گے جنہوں نے ابھی مبتدی/ملتزم تربیتی کورس نہ کیا ہو۔ البتہ نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت رفیق کو مبتدی/ملتزم تربیتی کورس سے مستثنیٰ نہیں کرے گی اور مبتدی/ملتزم تربیتی کورس اسے بہرحال کرنا لازم ہوگا۔

2

02 تا 04 اکتوبر 2020ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین کورس

(نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

3

02 تا 04/ اکتوبر 2020ء (بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-4866055 , 051-2340147

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو سبق آموزی اور عبرت حاصل ہو۔ ہر دور میں ظالم جابر کھڑے ہوتے ہیں، ہر دور میں خدائی کے دعوے کرنے والے کھڑے ہوتے ہیں، ہر دور میں اپنے آپ کو عقل کل اور سب کچھ سمجھنے والے کھڑے ہوتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مقابلے میں کوئی نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا انجام عبرت کے لیے ہمارے سامنے بیان کیا گیا۔ اسی طرح ہر دور میں ظالموں اور جابروں کی طرف سے ایمان والوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں' ان کی راہنمائی کے لیے بھی قرآن نے یہ واقعات بیان کیے کہ آج تم پر دین کی راہ میں اگر مصائب آ رہے ہیں تو یہ پہلی مرتبہ کا معاملہ نہیں، بلکہ نوح علیہ السلام کی قوم، قوم عاد اور قوم ثمود، قوم شعیب اور قوم لوط نے بھی دعوت دین کا کام کرنے والوں کی مخالفت کی، انہوں نے بھی ایمان والوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے۔ لہٰذا قرآن میں ایسے واقعات کے بیان کا ایک مقصد اہل ایمان کے لیے ترغیب کا باعث بھی ہے کہ وہ مصائب پر، آزمائشوں پر ثابت قدم رہیں، حق پر ڈٹے رہیں تاکہ آخر میں اللہ انہیں فتح نصیب فرمائے۔ پھر قرآن میں جب ان اقوام کے انجام کا اللہ ذکر فرماتا ہے تو یہ ایمان والوں کے لیے تسلی کا باعث ہوتا ہے کہ یہاں اندھیر نگری کا معاملہ نہیں ہے، اللہ کی حکمت ہے کہ کب وہ باغیوں، سرکشوں اور نافرمانوں کے حوالے سے فیصلے فرمائے۔ یہ ایمان والوں کے لیے تسلی کا سامان ہو جاتا ہے۔ اس سورت کا مستقل موضوع فکر آخرت ہے۔ یہ دنیا کی زندگی اصل زندگی نہیں ہے، یہ دارالعمل ہے، یہ عمل کا موقع ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔ جب اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، جب نتائج سامنے آئیں گے، وہ فرمانبرداروں کو نوازے گا اور ایسا نوازے گا کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیز تیار کر رکھی ہے کہ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ اس کی خوبیوں کو کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کی ماہیت کا خیال گزرا۔'' (بخاری)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن فہمی کا ذوق و علم عطا فرمائے اور نافرمان قوموں کے بیان سے عبرت اور سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(نوٹ): گزشتہ شمارے میں ''سرکش قوموں کا انجام'' کے ضمن میں سورۃ الذاریات کے تیسرے رکوع کا حوالہ دیا گیا تھا۔ جو کہ غلطی پر مبنی تھا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔

17 پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

47

تختۂ دکاں شریک تخت و تاج
از تجارت نفع و از شاہی خراج

ترجمہ (افسوس!) آج حکمرانی و بادشاہی اور کاروبار (MULTI NATIONALS) نے شراکت کرلی ہے۔ ملٹی نیشنلز بھی لوٹ رہی ہیں اور حکمران ٹیکس لگاتے (لوٹتے) ہیں اور سرکاری خزانے لوٹتے ہیں۔

تشریح آج کی فرنگی (مغربی) بالادستی سے پہلے بھی کاروبار تھا مگر اس میں علاقائی اور مقامی تاجر ہوتے تھے اور زرعی و صنعتی پیداوار مقامی منڈیوں میں کھپ جاتی تھی، ضروریاتِ زندگی سستی ہوتی تھیں، گھریلو صنعتیں تھیں، مگر اب عالمی کمپنیوں (ملٹی نیشنلز) نے تباہی پھیلادی ہے ایک طرف وہ کئی گنا منافع کماتی ہیں اور دوسری طرف مقامی کاروباروں کو تباہ کر کے بے روزگاری عام کردی ہے۔ علامہ اقبال نے 'لینن، خدا کے حضور میں' نظم میں مغربی (فرنگی) استعمار اور اندازِ حکومت کی فتوحات یوں بیان کی ہیں ؎

بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہے فرنگی مدنیت کی فتوحات

اور عام انسان مشین پر کام کرنے والا ایک زندہ پرزہ بن کر رہ گیا ہے، جس کی جگہ مصنوعی انسان اور مصنوعی ذہانت نے لے لی ہے اور انسان بے کار ہوتے جارہے ہیں۔ میگا کاروبار اور حکومت نے گٹھ جوڑ کرلیا ہے کاروبار سے منافع اور حکومتی ٹیکس (خراج) بھی کرپشن کے ذریعے اپنی جیب میں ڈال لیتے ہیں۔

48

آں جہاں بانے کہ ہم سوداگر است
بر زبانش خیر و اندر دل شر است

ترجمہ وہ حکمران کہ خود کاروباری برادری سے (INDUSTRIALIST) ہو اس کی زبان پر ظاہراً اچھی باتیں (عوام دوستی و جمہوریت کی ثناخوانی) ہوتی ہیں اور دل میں شر (کرپشن کا تحفظ) ہوتا ہے (علامہ اقبال نے ایسی مالی منفعت کو گدائی کہا ہے)۔

تشریح جو حکمران حکومتی پالیسیاں بھی بناتا ہے اور کاروبار بھی کرتا ہے وہ اپنے کاروبار کے فروغ کے لیے پالیسیاں بناتا ہے، عوامی فلاح و بہبود اور SOCIAL WELFARE مقصود نہیں ہوتی۔ قوانین ہی ایسے بنتے ہیں کہ ارب پتی لوگ بھی چند ہزار روپے ٹیکس دے کر اچھے شہری بن جاتے ہیں جبکہ عوام اور تنخواہ دار طبقہ معاشی ظلم و جبر کی چکی میں پس رہا ہوتا ہے۔ ایسے حکمران جن کے کارخانے ہوں، شوگر ملیں ہوں، کاروبار ہوں وہ زبان سے کچھ اور کہتے ہیں مقصود کچھ اور ہوتا ہے۔ مغربی سیاست کا یہ ایک موٹو (MOTTO) ہے جو میکاولی نے THE PRINCE کتاب لکھ کر آج کی سیاست اور صہیونیت کے منصوبوں کے لیے GUIDE BOOK کا کام کیا ہے۔ ❶

49

گر تو می دانی حسابش را درست
از حریرش نرم تر کرپاسِ تست

ترجمہ اگر تو اس (ایسے حکمرانوں) کے حساب کو اچھی طرح سمجھ لے (تو تجھے معلوم ہوگا کہ) اس کے ریشم (باسہولت زندگی) سے تیرا اپنا سوتی کپڑا زیادہ ملائم (اطمینان قلب کا باعث) ہے

تشریح اے مسلمان! اگر تو سچا مسلمان بن جائے (قرآن مجید پڑھے، قوموں کے عروج و زوال اور بنی اسرائیل (ZIONS) کو قرآن مجید کے آئینے میں دیکھے) تو تجھے یہ بات صاف نظر آئے گی کہ آج کی فرنگی (وامریکی) بالادستی کے پیچھے صہیونی (بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا طبقہ اور اس کے ALLIES یا جوج ماجوج) ہیں۔ آج حکمرانی تجارت اور کرپشن کا ذریعہ بن گئی۔ اے مسلمان! آج کی حکمرانی کو غور سے دیکھو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہیں سمجھ آئے گا کہ مسلمان (بالخصوص) مغربی (فرنگی) اقوام کا ٹارگٹ اور HITLIST پر ہیں۔ ❷ یہ بات نظام تعلیم اور کورس کی کتابیں نہیں بتائیں گی (کہ وہ اسی مغربی بالادست قوت کے زیر اثر ترتیب پاتا ہے) مگر ایک مسلمان کی نگاہ سے دیکھو (یعنی قربِ قیامت کی احادیث، دجال کی آمد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یہودیوں کی طرف سے ایک مثیل مسیح کو کھڑا کردینا یہ سب باتیں بنی اسرائیل پر اللہ کے عذاب اور دجال اور تمام دجالی قوتوں کے خاتمے پر منتج ہوں گی) تو تم مغربی لائف سٹائل اور ملٹی نیشنلز کے کلچر کو ترک کردو۔ تم سمجھ لو کہ تمہارا لوکل سوتی کپڑا اور سادہ زندگی مغربی ریشم (پرسہولت زندگی اور STATUS) سے کہیں زیادہ ملائم، اطمینان بخش اور قلبی سکون کا باعث ہے۔ ❸

---

❶ میکاولی (1469ء تا 1527ء) نے ہی لکھا ہے:
DON'T SAY WHAT YOU MEAN &
DON'T MEAN WHAT YOU SAY.

❷ پاکستان میں موبائل اور انٹرنیٹ دنیا بھر سے سستا ہے اور عالمی غیر مرئی طاقتیں اس کو SUBSIDY دے کر سستا کرتی ہیں تاکہ سارے مسلمان اور بالخصوص پاکستان کے نوجوان کرپٹ ہوجائیں۔

❸ آج ہم لوگ ملٹی نیشنلز کے چکر میں گرفتار ہیں اگر پاکستان کے لوگ دینی لحاظ سے یا ویسے ہی شیوکرنا بند کردیں تو دو ملٹی نیشنلز دیوالیہ ہوجائیں گی مگر وہ بھاری رقوم خرچ کر کے ایسا ہونے نہیں دیں گی۔

ہماری انتظامی غلطیاں ہی ہیں جن کی وجہ سے وہ بارش جو رحمت کا باعث تھی اب زحمت کا باعث بن رہی ہے: شجاع الدین شیخ

جب آپ مسلک کی بنیاد پر قانون میں استثنیٰ پیدا کریں گے، تو پھر فساد کا راستہ ہموار ہوتا چلا جائے گا: ایوب بیگ مرزا

شیعہ اور سنی علماء مل کر بیٹھیں اور فیصلہ کریں کہ دونوں طرف سے جو بھی شرانگیزی پھیلائے گا اس کا بائیکاٹ کیا جائے گا: آصف حمید

میزبان: وسیم احمد

سیلاب: پاکستان پر آزمائش یا عذاب کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: کراچی میں حالیہ دنوں میں شدید بارشیں ہوئی ہیں اور اس حوالے سے کئی برسوں کا ریکارڈ ٹوٹا ہے۔ اس وقت کراچی کی صورت حال کیا ہے؟

شجاع الدین شیخ: چونکہ کراچی سے میرا تعلق ہے، وہیں ہم پلے بڑھے ہیں اور مستقل ابھی بھی وہیں قیام ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کراچی میں اتنی بارشیں پہلے نہ ہوئی ہوں بلکہ یہ بارشیں اس شدت کے ساتھ پہلے بھی ہوتی رہی ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ کراچی کافی بڑا شہر ہے اس لیے اگر برسات میں بروقت پلاننگ نہ کی جائے تو اس کے نتائج بھی اتنے ہی زیادہ بھیانک ہو سکتے ہیں۔ میں ایک ایسے علاقے میں رہتا ہوں جو کراچی کا ایک اولڈ ایریا کہلاتا ہے، وہاں کی صورت حال خراب ہو سکتی ہے لیکن ڈی ایچ اے جیسا علاقہ جو شہر کا ایک پوش ایریا ہے اس علاقے میں گلیوں میں ہی نہیں بلکہ سڑکوں پر پانی بہہ رہا ہو اور فوج کو وہاں پانی کی نکاسی پر مامور کرنا پڑ جائے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کراچی کی صورت حال کیا ہو گی۔ اس وقت کراچی کو لوکل میڈیا کے ساتھ ساتھ عالمی میڈیا بھی فوکس کر رہا ہے۔ جرمنی کے بعض ذمہ داران نے افسوس کا اظہار کیا۔

سوال: ہر سال ہمارے اوپر اس طرح کی آفتیں آتی ہیں کیا یہ اللہ کا عذاب ہے یا آزمائش؟

شجاع الدین شیخ: اس حوالے سے دو امکانات ہیں۔ کسی صورتحال کو متعین کر کے اس کے لیے لفظ عذاب کا استعمال کرنا ذرا مشکل بات ہوتی ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح کی کیفیات ہیں جو کہ عذاب سے ملتی جلتی ہیں یا یہ کہا جائے کہ یہ ہمارے لیے تنبیہات ہیں تاکہ ہم رجوع کرنے والے بنیں۔ یقیناً اس دنیا کے نظام کو اللہ تعالیٰ نے کچھ فزیکل قوانین کے تحت چلایا ہے اور فزیکل لاز کے تحت موسم کے تغیرات کا ہونا اور اس سے زلزلے، طوفان، سیلاب کا آنا اپنی جگہ ایک حقیقت ہے۔ لیکن جب ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں یا سابقہ اقوام کا مطالعہ کرتے ہیں تو قرآن حکیم میٹا فزیکل کا زز کو بھی بیان کرتا ہے۔ قرآن یہ بتاتا ہے کہ قوم نوح نے شرک کی روش اختیار کی اور پیغمبر کی دعوت کو رد کیا تو آسمان سے بھی پانی برسا اور زمین سے بھی پانی نکل پڑا اور قوم مٹا دی گئی۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

قرآن یہ بتاتا ہے کہ لوط علیہ السلام کی قوم نے ہم جنس پرستی کی گندی روش کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی بارش برسا دی اور بحر مردار میں غرق کر دیا۔ قرآن بتاتا ہے کہ جب شعیب علیہ السلام کی قوم نے ناپ تول میں کمی کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کئی طرح کے عذاب مسلط کیے جن میں زوردار چیخ یا دھماکے دار آواز کا مسلط کیا جانا اور زلزلے کا مسلط کیا جانا شامل ہے۔ یہ سب چیزیں قرآن ہمیں بتلاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قوموں کے کردار کے بگاڑ کی وجہ سے بھی عذاب آتے ہیں۔ یہاں اس وقت یقیناً یہ ایک آفت ہے اور ہم اللہ سے دعا یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ خیر اور عافیت کا معاملہ فرمائے۔ مگر یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ کہیں ہمارے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا تو نہیں ہے۔ یعنی اس کے پیچھے کہیں صوبائی حکومت یا لوکل انتظامیہ کی لوٹ کھسوٹ اور اپنے کمیشن کو محفوظ کر کے شہر کو مظلوم بنا دینے کی روش تو کارفرما نہیں ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے ایسے حکمرانوں کو منتخب کیا ہے ان کو بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ ان کا اپنا کیا دھرا ہے۔ قرآن ہمیں ایک طرف تنبیہات فرماتا ہے اور دوسری طرف یہ بھی بتاتا ہے کہ:

''اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب آتی ہے اور (تمہاری خطاؤں میں سے) اکثر کو تو وہ معاف بھی کرتا رہتا ہے۔'' (الشوریٰ:30)

لہٰذا ہمیں اس معاملے میں دروں بینی کی ضرورت ہے کہ ہم سے انتظامی حوالے سے فیصلے کرنے میں کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں۔ یہ ہماری غلطیاں ہی ہیں جن کی وجہ سے وہ معاملہ جو رحمت کا باعث ہو سکتا تھا وہ ہمارے لیے زحمت کا باعث بن جاتا ہے۔

سوال: کیا بحیثیت امت ہمیں اجتماعی توبہ کی ضرورت نہیں؟

شجاع الدین شیخ: توبہ کی ضرورت تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اسی لیے تو اللہ ہمیں کبھی زلزلوں، کبھی سیلابوں، کبھی طوفانی بارشوں سے ہلا دیتا ہے۔ وہ ملک جو گندم کی پیداوار میں خود کفیل تھا آج یہاں گندم کا قحط پڑ رہا ہے۔ کبھی چینی مافیا، کبھی آٹا مافیا اور کبھی کوئی مافیا قوم پر عذاب بن کر نازل ہوتا ہے۔ یہ سارے اللہ تعالیٰ کی تنبیہات کے سبق ہیں۔ قرآن تو ہمیں کہتا ہے کہ:

''اے اہل ایمان! توبہ کرو اللہ کی جناب میں خالص توبہ۔'' (التحریم:8)

ہم دوسروں پر تنقید، سیاسی تبصرے اور تجزیے سب کچھ دیکھ رہے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ہمیں رجوع الی اللہ کے حوالے سے بھی غور کرنا چاہیے۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ لوگ مسجد تک جانے کے قابل نہیں رہ سکے، خواتین، بچے، بوڑھے گھروں میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں، نظام زندگی برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ تو کیا اب بھی ہمارے دل نرم نہ ہوں گے؟ اللہ دلوں کی سختی سے ہمیں بچائے کہ پھر نہ رجوع کا موقع رہتا ہے نہ رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے۔ آج ہم کراچی کے یا ملکی حالات کو دیکھ لیں یا امت کے مجموعی معاملات کو دیکھیں تو توبہ کی اشد ضرورت محسوس

ہوتی ہے۔توبہ سے مراد ہے گناہوں سے پلٹ کر اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی طرف آنا۔اسی طرح اجتماعی توبہ یہ ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے اُمتی ہیں، ختم نبوت کے بعد اب دین کی دعوت، دین کے نفاذ کی جدوجہد ہمارا فرض ہے۔ پاکستان کے تناظر میں سوچیں تو یہ ملک تو ہم نے اسلام کے نام پر لیا ہے۔لیکن یہاں ہم نے اسلام کے لیے کیا کوشش کی؟ لہٰذا ہماری اجتماعی توبہ بہت ضروری ہے تب یہ کیفیات تبدیل ہوں گی۔اس اجتماعی توبہ کے لیے دین پر عمل پیرا ہونا، دین کی دعوت دینا، اس کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنا لازم ہے۔

سوال: کیا ہماری صوبائی حکومتیں اور انتظامیہ کراچی کی صورت حال کی ذمہ دار ہے؟

آصف حمید: اس وقت ہماری قوم جن مشکلات سے گزر رہی ہے اور ہمارے ارباب اقتدار کا جو کردار ہے یہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کے احکامات سے منہ موڑنے کا وبال ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

’’یقیناً اللہ انسانوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا‘ بلکہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔‘‘(یونس:44)

ایک اور جگہ فرمایا:

’’اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا‘ بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم ڈھاتے رہے۔‘‘(البقرہ:57)

ہمیں ان آیات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔یہ کہنا بہت آسان ہے کہ یہ عذاب ہے حالانکہ اس سے بڑے بڑے طوفان تو امریکہ میں بھی آتے ہیں، دوسرے ممالک میں بھی آتے ہیں، وہاں پر تو ایسی تباہی نہیں ہوتی۔اصل میں آزمائش میں جو ناکامی ہے اس کو ہم عذاب کا نام دے دیتے ہیں کہ اللہ ناراض ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ:

’’اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو‘ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔‘‘(النساء:58)

یہ کھلی حقیقت ہے کہ پاکستان میں اہلیت سفارش، رشوت قومیت، لسانیت، اقربا پروری اور پارٹی بازی کو اولیت حاصل ہے۔ پھر یہ بھی ہمارا وطیرہ بن چکا ہے کہ دین میں اپنی پسند کی چیزوں پر عمل کرتے ہیں جبکہ بری عادات کو چھوڑنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔قرآن مجید ایسے لوگوں کے بارے میں کہتا ہے:

’’تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟ تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں۔اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف۔اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو۔‘‘(البقرہ:85)

اسی طرح قرآن مجید میں عذاب کے حوالے سے فرمایا گیا:

’’کہہ دیجیے کہ وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر بھیج دے کوئی عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک کی طاقت کا مزا دوسرے کو چکھائے۔‘‘(الانعام:65)

اس وقت کراچی کی صورت حال کا جائزہ لیں تو یہ ان تین عذابوں کا مجموعہ ہے۔یعنی ہماری نالائقیاں یہ ہیں کہ ہم تینوں قسم کی آزمائشوں میں ناکام ہیں اور وہ چیزیں ہم پر عذاب بن گئی ہیں۔وہاں بارش آئی تو اس کا پانی وہاں اس طرح کھڑا ہوا کہ اس نے امیر اور غریب کی تمیز ختم کر دی۔وہاں کے لوگ ایک دوسرے پر الزامات لگا رہے ہیں۔لیکن اصل وجہ کی طرف کوئی نہیں آرہا کہ تمام لوگ یا جماعتیں یہ مان لیں کہ وہاں خیانت ہوئی ہے۔اپنے قومی مفاد پر ذاتی مفاد کو ترجیح دی گئی ہے۔ایم کیو ایم، پی پی پی، پی ٹی آئی کا وہاں کیا کردار ہے؟ اگر وہاں پر کوئی مثبت کردار ہے تو وہ صرف جماعت اسلامی کا ہے۔جب نعمت اللہ خان صاحب وہاں کے میئر تھے تو کراچی کا نظام بہترین تھا۔موجودہ پیپلز پارٹی کی حکومت میں وڈیرہ شاہی چھائی ہوئی ہے۔وڈیروں کا ذہن ایسا ہوتا ہے کہ وہ تو عوام کو کچھ نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو عوام کو استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے محل باہر کے ملکوں میں ہوتے ہیں، وہاں انہوں نے اپنی شہریت لی ہوتی ہے۔ہر مشکل میں انہوں نے باہر چلے جانا ہوتا ہے۔اسی طرح ہمارے ہاں بہت سے ادوار میں فوج کی حکومت بھی رہی ہے۔اس کا کردار بھی ہمارے سامنے ہے۔بہر حال یہاں جس کو بھی اختیار ملتا ہے وہ صرف ذاتی مفاد کو دیکھتا ہے اور مظلوموں کے لیے کچھ نہیں کرتا۔ٹی وی پر بیٹھے دانشور حضرات تبصرے کر رہے ہوتے ہیں لیکن کیا کبھی کسی نے یہ سوچا کہ ہم نے اللہ کے کون کون سے احکامات کی خلاف ورزی کی ہے اور ان کا وبال ہمیں کس طرح بھگتنا پڑ رہا ہے؟ قیامت میں اللہ کے ہاں انفرادی طور پر فیصلہ ہوگا۔وہاں قوموں کے اجتماعی فیصلے نہیں ہوں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اس کے پاس اکیلے اکیلے۔‘‘(مریم:95)

ہماری جو اجتماعی نالائقیاں ہیں اس کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں اور بھگتے رہیں گے جب تک کہ ہم نے اسلام کے اصولوں پر عمل نہ کیا۔ ہماری بقاء اور استحکام کے لیے ہمارے پاس واحد رسی اللہ کا دین ہے، قرآن ہے، نبی اکرم ﷺ کی سنت و سیرت ہے۔انہی پر عمل کریں گے تو ہم اپنا بچاؤ کر سکیں گے۔

سوال: کیا سیلابی صورت حال سے بچاؤ کے لیے چھوٹے ڈیم اور آبی ذخائر بنانا کافی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ قدرتی آفات صرف پاکستان میں نہیں آتیں بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی آتی ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ امریکہ کی کسی ریاست میں سیلاب، بارش، طوفان یا جنگلات میں آگ کا سامنا نہ ہوتا ہو۔لیکن وہاں ہلاکتیں اور نقصان بہت کم ہوتے ہیں۔میں سچی بات کہتا ہوں کہ عوامی سطح پر ہمارے امریکہ کے ساتھ تعلقات کبھی اچھے نہیں ہوئے۔صرف حکومتوں کے تعلقات اچھے رہے ہیں۔لیکن ہم حقیقت مانتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے عوام کا تحفظ یقینی بناتے ہیں اور کس طرح دیانتداری اور محنت سے اپنا کام کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قدرتی آفات کے آگے حکومت کے کارندے اپنی محنت، تگ ودو اور اخلاص سے بند باندھ دیتے ہیں۔جب پاکستان کا آئین بن رہا تھا تو انہی دنوں میں پاکستان میں تاریخ کا سب سے بڑا سیلاب آیا تھا۔اس پر 1976ء میں فیڈرل فلڈ کمیشن بنایا گیا جس نے 1978ء میں رپورٹ پیش کی اور کچھ تجاویز دیں، پھر اس کو 1987ء میں ریوائز کیا گیا۔1998ء میں پھر ریوائز کیا گیا اور بہتر تجاویز دی گئیں۔2007ء میں پھر ریوائز کیا گیا اور 2009ء میں باقاعدہ ایک فلڈ ریلیف کمیشن بنا۔اس نے تجاویز دیں کہ اگر آپ یہ یہ اقدامات اٹھائیں تو آئندہ فلڈ کے نقصانات میں کمی آسکتی ہے۔نقصانات کے امکانات تو ہر جگہ ہوتے ہیں لیکن اچھی انتظامیہ اپنی محنت کے ساتھ ان کو کم تر کر سکتی ہے۔لیکن ہمارا حال یہ ہے ان تجاویز کو تقریباً 42 سال ہو چکے ہیں، کچھ تجاویز پر جزوی عمل ہوا ہے۔ 2009ء کے فلڈ کمیشن نے جو رپورٹ دی ہے اور جو تجاویز دی ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ اس پر دس فیصد کام ہوا ہوگا۔دراصل ہمارے عوام اور حکمران دونوں بددیانتی کرنے میں کم نہیں ہیں، اگرچہ حکمران ذرا زیادہ بددیانت ہیں۔ ہمارے لوگ تو جب دریا خشک ہوتا ہے تو دریا کے اندر مکان بنا لیتے ہیں، پھر دریاؤں کے بیلٹ میں کاشتکاری ہو رہی ہے۔اگر وہاں بستیاں بنائی جائیں گی تو جب سیلاب آئے گا تو وہ بستیاں لازماً ڈوبیں گی۔

آصف حمید: جہاں تک ڈیم بنانے کا معاملہ ہے تو کالاباغ ڈیم بنانے کی ایک تلخ تاریخ ہے۔جب اس کو

بنانے کی بات ہوتی ہے تو کچھ لوگ اس کو قومیتوں کا اور کچھ صوبائیت کا ایشو بنا لیتے ہیں۔ یہ خواہش تو ملک دشمنوں کی ہوسکتی ہے کہ پاکستان ترقی نہ کرے، پاکستان میں پانی کی قلت ہو، پاکستان کمزور سے کمزور تر ہو۔ وہ یہاں پر اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ترقی کے تمام منصوبوں کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ہمارا پارلیمانی نظام ایسا ہے کہ جو بھی حکومت آتی ہے اسے پہلے دو ڈھائی سال سیٹ ہونے میں لگتے ہیں اور پھر اگلے الیکشن کو سامنے رکھ کر وہ ترقیاتی کام کرتے ہیں۔ یعنی وہ کوئی لانگ ٹرم پالیسی پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ ہمارے لیڈرز کی سوچ میں دوراندیشی نہیں۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک ہمیشہ لمبی پلاننگ کرتے ہیں۔ جیسے روس کے صدر پیوٹن نے بہت لمبے عرصے تک کے لیے اپنے آپ کو صدر منتخب کرلیا۔ اسی طرح چین میں تو ایک ہی پارٹی کی حکومت ہے۔ ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جو لانگ ٹرم پالیسیاں ہیں ان کو روبہ عمل لایا جاسکے۔ پاکستان میں یہی تو مسئلہ ہے کہ لانگ ٹرم پالیسی نہیں بنائی جاتی۔ اب سب کو پتا ہے کہ پانی کا مسئلہ ہے، اس کے لیے ڈیم بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ کچھ عرصہ قبل سابق چیف جسٹس ثاقب نثار نے ڈیم بنانے کی ایک مہم چلائی تھی اور اس کے لیے باقاعدہ فنڈ اکٹھا کیا تھا' وہ فنڈ کہاں گیا' اس کے بارے میں کسی کو کچھ پتا نہیں۔ ڈیم بنانا بہت ضروری ہے لیکن اس کو پورے خلوص کے ساتھ کون بنائے یہ بہت بڑا سوال ہے۔

ایوب بیگ مرزا: یہ حقیقت ہے کہ کالا باغ ڈیم کو سیاسی بنیادوں پہ نہیں بننے دیا گیا۔ اس ڈیم کے خلاف صوبہ سندھ اور کے پی کے کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہ بات اخباروں میں آچکی ہے کہ ''را'' نے ہماری قومی پارٹیوں کو فنڈنگ کی ہے کہ کالا باغ ڈیم کے راستے میں کھڑے ہوجاؤ اور آپ نے دیکھا ہوگا کہ سندھ اور کے پی کے کے قوم پرست لوگ کس طرح اس کے راستے میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جب بھاشا ڈیم بنانے کا پروگرام بنایا گیا اور اس کے لیے کام بھی شروع ہوگیا تو انڈیا کے لیے اس کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرنے کے لیے کوئی پارٹی یا لوگ نہیں ملے کیونکہ بھاشا ڈیم کے ساتھ ان لوگوں کا کوئی لنک نہیں جڑتا تھا، تو انڈیا نے گلگت بلتستان پر حملہ کرنے کی کوشش کی تاکہ بھاشا ڈیم نہ بن سکے کیونکہ ہمارے دشمنوں کو معلوم ہے کہ ڈیم کے بغیر پاکستان کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ کالا باغ ڈیم کو صوبائی مسئلہ اس لیے بنا دیا گیا کیونکہ یہ کے پی کے کی زمین پر بننا تھا لیکن اس کا فائدہ پنجاب کو ملنا تھا۔ بہرحال ہمارا دشمن تو چاہے گا کہ پاکستانیوں کو بھوکا پیاسا مار دیا جائے۔ ہماری رائے میں جب تک پاکستان حقیقی اسلامی ریاست نہیں بن جاتا تب تک مارشل لاء سے جمہوریت بہتر ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جمہوری طرز حکومت میں آج تک کوئی بڑا ڈیم نہیں بن سکا۔ چھوٹے ڈیم تو آج کل کے پی کے میں درجنوں کے حساب سے بن رہے ہیں لیکن بڑا ڈیم کسی سیاسی حکومت نے نہیں بنایا۔ منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم دونوں فوجی حکومتوں نے بنائے ہیں۔

سوال: کیا محرم الحرام کی مجالس میں صحابہ کرام ؓ کی شان میں گستاخانہ بیانات کسی سازش کا حصہ ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان نظریاتی اختلاف صدیوں سے چلا آرہا ہے لیکن پاکستان بننے کے بعد یہ کچھ زیادہ بڑھ گیا ہے۔ میں کہوں گا کہ کوئی مسئلہ دبانے سے حل نہیں ہوتا بلکہ مسئلہ انصاف کی بنیاد پر اٹھانے سے حل ہوتا ہے۔ اگر پاکستان میں اہل سنت اور اہل تشیع کے معاملے میں انصاف کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ انصاف سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں کے درمیان اگر کوئی تنازع بڑھ جائے تو حکومت منصف بن کر سامنے آئے، جس نے زیادتی کی ہو چاہے وہ اکثریتی گروپ سے ہو یا اقلیتی گروپ سے' اس کو کٹہرے میں کھڑا کرے اور سزا دے۔ میرے کہنے کا مطلب ہے کہ جس گروہ نے بھی کوئی غلط کام کیا ہے اس کے خلاف ایکشن ہونا چاہیے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ اہل سنت کے ہاں تمام صحابہؓ کی عزت ہے۔ وہ جہاں صحابہ کی عزت کرتے ہیں وہاں وہ اہل بیتؓ کی بھی عزت کرتے ہیں۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ان کے سر کے تاج ہیں، ان کی روشنی ہیں۔ لیکن اہل تشیع کی صحابہؓ کے خلاف بہت سی زبان درازیاں سامنے آتی رہتی ہیں اور ہماری ہر حکومت بشمول موجودہ حکومت ان سے ڈرتی رہی ہے اور اس نے کوئی قانونی ایکشن نہیں لیا۔ جب آپ قانون میں استثنیٰ پیدا کرتے ہیں کہ یہ بڑی شخصیت ہے، یہ ایم این اے ہے، یہ فلاں ہے اور یہ اہل تشیع ہے' اس کے خلاف کوئی ایکشن لیا تو ایران ناراض ہوجائے گا، ان چیزوں کو بنیاد بنا کر جب آپ صحیح فیصلہ نہیں کریں گے اور ظلم کریں گے، انصاف نہیں کریں گے تو پھر فساد کا راستہ ہموار ہوتا چلا جائے گا۔

آصف حمید: پاکستان بہت عرصے سے سعودی عرب اور ایران کی پراکسی وار کا گڑھ ہے، یہ جنگ شیعہ سنی کے نام پر یہاں چلتی رہی ہے اور ابھی تک چل رہی ہے۔ سعودی عرب اور ایران کی چپقلش بہت پرانی ہے۔ اس جنگ کا فائدہ امریکہ یا اسرائیل اُٹھاتا ہے۔ پاکستان میں شیعہ سنی علماء بھی اس جنگ کا شکار ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی محرم ہمارے ہاں آتا رہا ہے لیکن اس محرم میں یہ اشتعال انگیزی کیوں نظر آرہی ہے' اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں شیعہ سنی منافرت کو ان دونوں گروہوں کے علماء afford نہیں کرسکتے۔ اصل میں شیعہ سنی منافرت یہودیوں نے پیدا کی، پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ اس منافرت سے فائدہ کس نے اٹھایا۔ اس وقت دنیا میں ایک اور اسلامی بلاک بننے جارہا ہے۔ سعودی عرب سمیت عرب دنیا امریکہ اور اسرائیل کے گروپ میں جارہے ہیں۔ سعودی عرب سے قطر اور ایران کی چپقلش ہے۔ دوسری طرف بظاہر ایسا محسوس ہورہا ہے کہ پاکستان، ایران، قطر، روس اور چین مل کر ایک نیا بلاک بنا رہے ہیں۔ کیونکہ OIC کو تو امریکہ نے گھر کی لونڈی بنایا ہوا ہے کہ جب چاہا تو استعمال کرلیا۔ سب سے بڑی مثال کشمیر کے معاملے میں اس کا رویہ ہے۔ جب پاکستان کوالالمپور سمٹ میں جارہا تھا تو کہا گیا کہ آپ نہ جائیں ہم او آئی سی کا اجلاس بلارہے ہیں لیکن اس کے بعد وہ ابھی تک مکرے ہوئے ہیں۔ لہٰذا نئے بلاک کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان میں شیعہ سنی خلیج کو ہوا دی جارہی ہے تاکہ پاکستان اور ایران میں دوریاں پیدا ہوں۔ یہاں شیعہ سنی اکابرین نے بہت اچھا موقف پیش کیا ہے، بالخصوص شیعہ اکابرین نے بہت اچھے بیانات دیے ہیں۔ علامہ جواد نقوی صاحب نے بہت بیلنس سٹیٹمنٹ دی ہے ہم ان کے مشکور ہیں۔ لیکن چھوٹے ذاکرین کہیں نہ کہیں سے استعمال ہورہے ہیں اور کوشش ہورہی ہے کہ پاکستان اور ایران کو آپس میں دور کردیا جائے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں طرف کے علماء بیٹھیں اور فیصلہ کریں کہ جو بدبخت بھی صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرتا ہے یا جو بھی اہل بیت کی شان میں گستاخی کرتا ہے اس کو اپنی صفوں سے نکالیں اور ان کا بائیکاٹ کریں۔ قرآن مجید میں اللہ کا حکم ہے:

''اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کررہا ہو تو تم جنگ کرو اس کے ساتھ جو زیادتی کررہا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف۔'' (الحجرات:9)

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

سچ تو یہ ہے؟

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoo.com

یہ کتاب نہیں ایک زوردار طمانچہ ہے، ایسے تمام خودساختہ مؤرخین، محققین، کالم نگاران اور اینکر پرسنوں کے بے بنیاد اور بے دلیل ''جہل'' کے منہ پر جسے پاکستان، قائداعظمؒ اور علامہ اقبال سے عقیدت ومحبت کے جذبے سے سرشار ہو کر نہیں لکھا گیا، بلکہ دلائل و براہین اور شواہد کو اکٹھا کرنے کے بعد تحریر کیا گیا ہے، یہ ان میڈیا شخصیات کے مسلسل جھوٹ کا حقائق کی بنیاد پر جواب ہے، جن کے ہاتھ میں قلم اور جن کی جہالت کے سامنے بدقسمتی سے کیمرہ آ گیا ہے۔ ایک زمانے میں ایسے جھوٹ چند کتابوں تک محدود ہوتے تھے، جنہیں نہ صرف تاریخ کے کوڑادان میں موجود گندگی کے ڈھیر پر جگہ ملتی تھی بلکہ فٹ پاتھوں پر یہ کتابیں کباڑیوں کے ہاتھوں فروخت ہوتی تھیں۔ پاکستان کے جدید کالم نگاروں اور اینکر پرسنوں نے ان ڈھیروں سے وہ کتب اٹھائیں اور پاکستان کے اسلامی تشخص، قائداعظمؒ علامہ اقبال کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔ یہ کتاب دلائل وشواہد کا ایسا ذخیرہ ہے جو اس جھوٹ کا پردہ چاک کرتا ہے۔

کتاب کے مصنف کے تعارف کی ضرورت اس لئے نہیں کہ دنیا انہیں جانتی ہے، ''کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے''۔ لیکن اپنے ساتھ تحریر کے رشتے کے علاوہ ایک نسبت کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ جب میں 2008ء میں حکومت پنجاب میں سیکرٹری اطلاعات وثقافت تعینات ہوا تو مجھ سے چند سال پہلے یہ عظیم شخصیت ''ڈاکٹر صفدر محمود'' اس عہدے کی عزت وتوقیر میں اپنی تعیناتی کی وجہ سے اضافہ کر چکی تھی۔ ڈاکٹر صاحب علم وتحقیق اور نوکری کے معاملے میں نہ صرف میرے پیش رو ہیں بلکہ میرے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کالم لکھتے ہیں اور درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ کتاب کا نام ''سچ تو یہ ہے'' رکھا گیا ہے جسے میں ''سچ تو یہی ہے'' پڑھتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کی کتاب نے جس جھوٹ کا پردہ چاک کیا ان میں چند ایک کا ذکر یوں ہے۔

پاکستان کا سیکولر طبقہ ایک شخص کو بہت بڑا تاریخ دان بنا کر پیش کرتا ہے جس کا نام ''ڈاکٹر مبارک علی'' ہے۔ اس شخص نے علامہ اقبال کی بجائے تقسیم ہند کے منصوبے کو انگریز اور قادیانی ظفر اللہ کے کھاتے میں ڈالنے کی بغیر ثبوت کوشش کی اور خطبہ الہ آباد سے لے کر قرارداد پاکستان تک ہر چیز کا سہرا ان دونوں کے سر باندھ دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان دس سالوں کے اخبارات اور اس دور میں لکھی جانے والی کتابوں کا مطالعہ کیا اور پھر علامہ اقبال اور قائداعظمؒ کے درمیان ہونے والی گفتگو اور خط و کتابت سے لے کر اس دور کے افراد کے انٹرویوز تک کھنگالے، یہاں تک کہ ظفر اللہ کا 1981ء کا اپنا انٹرویو جو ''ڈان اخبار'' میں چھپا، جس میں اس نے کہا کہ میرا اس پورے معاملے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یوں انہوں نے ثابت کیا کہ تخلیقِ پاکستان میں اقبال اور قائداعظمؒ کا کیا ربط تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے 23 مارچ 1940ء کے دو دن بعد لاہور میں یوم اقبال کی تقریب میں قائداعظمؒ کی تقریر کا یہ اقتباس درج کیا ہے، اگر مسلمان ریاست معرض وجود میں آ جائے اور مجھے اس ریاست کی حکمرانی اور کلام اقبال میں چوائس (Choice) دیا جائے تو میں کلام اقبال کو ترجیح دوں گا۔

ایک ''کالم نگار جمع اینکر پرسن'' کو ہندوؤں سے نہ جانے کیا عقیدت تھی اور قائداعظمؒ کے اسلامی تشخص سے کیا نفرت تھی کہ انہوں نے پاکستان کے پہلے ترانے کا خالق جگن ناتھ آزاد کو قرار دے دیا اور ساتھ ترانے کے بول بھی سنا دیئے۔ میں چونکہ جگن ناتھ آزاد سے ملا بھی ہوا تھا اور ان کے والد تلوک چند محروم کی شاعری کو پسند بھی کرتا تھا، تو پہلی نظر میں ہی مجھے وہ ترانہ ایک گھٹیا قسم کی شاعری لگی اور اگر کوئی بھی ریڈیو پاکستان کا سکرپٹ ایڈیٹر ہوتا تو اس ترانے کے پرزے کر کے گٹر میں پھینک دیتا۔ یہ ترانہ بذات خود جگن ناتھ آزاد کی شاعری پر بھی ایک تہمت تھی۔ لیکن کمال ہے کہ ڈاکٹر صفدر محمود کی تحقیق کا کہ انہوں نے قومی ترانے کی پوری تاریخ نکال کر ان جھوٹوں کے منہ پر دے ماری۔ انہوں نے بتایا کہ اس دوران ریڈیو پاکستان کے سکرپٹ ایڈیٹر احمد ندیم قاسمی تھے۔ 14 اور 15 اگست کی درمیانی شب ان کا نغمہ ''پاکستان بنانے والے، پاکستان مبارک ہو''، اس کے اگلے دن 15 اگست کو مولانا ظفر علی خان کا ملی نغمہ ''توحید کے ترانے کی تانیں اڑانے والے''، مسلسل نشر ہوتا رہا۔ ''کالم نگار جمع اینکر پرسن'' نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جگن ناتھ آزاد کا ترانہ 18 ماہ بجتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس دوران ریڈیو کے پروگراموں کے چارٹوں کا مطالعہ کیا اور بتایا کہ ان میں اس ترانے کا کوئی ذکر نہ تھا۔

قائداعظمؒ کے آخری ایام کے بارے میں لیاقت علی خان اور دیگر لوگوں کی کشمکش کے جو افسانے تراشے گئے ان کا اس کتاب میں شواہد کی بنیاد پر رد کیا گیا۔ یہاں تک ثبوت دیئے گئے کہ جب قائداعظمؒ کی ایمبولینس خراب ہوئی تو ان کے پیچھے وزیراعظم لیاقت علی خان کی گاڑی موجود تھی، جو اس وقت خود اتر کر وہاں کھڑے رہے، جب تک دوسری ایمبولینس نہ آئی۔ قائداعظمؒ کے بارے میں ایک اور جھوٹ یہ گھڑا جاتا ہے کہ وہ جب ڈھاکہ یونیورسٹی گئے تو ان کی تقریر کے دوران زبان کے مسئلے پر ہنگامہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب ڈھاکہ گئے اور اس تقریب کے بزرگ شرکاء سے ملے اور پھر پولیس انسپکٹر ھنسوٹیا کے اس انٹرویو کی شہادت بھی لائے جس نے کہا تھا کہ ''اس تقریر کے دوران کسی کے کھانسنے کی آواز تک نہ آئی''۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ 25 فروری 1946ء کو دستور ساز اسمبلی میں اردو کو قومی زبان بنانے کی جو قرارداد منظور ہوئی تھی، اس میں سوائے چند بنگالی ہندو اراکین کے تمام بنگالیوں نے بھی ووٹ دیا تھا۔ انہی چند ہندوؤں اور قوم پرستوں کی سازش تھی کہ زبان کا معاملہ اٹھایا گیا اور اس پر علیحدگی کی تحریک چلائی گئی۔

حالانکہ 19 اپریل 1954ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنگالی کو قومی زبان کا درجہ دے چکی تھی۔

ایوب خان کے زمانے میں تو خبروں کے بنگالی بلیٹن، نوٹ پر بنگالی زبان اور ڈاک کے ٹکٹوں پر بنگالی میں نے خود دیکھی ہے۔ لیکن وہ جن کو پاکستان کی اساس سے نفرت ہے، وہ اس موضوع کو آج بھی زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ کتاب کی سب سے اہم تحقیق یہ ہے کہ قائداعظمؒ کو فرقہ بندی میں تقسیم کر کے متنازعہ بنانے کے لئے ایک کہانی گھڑی گئی کہ ان کی ایک اور نماز جنازہ اثناعشریہ مکتبہ فکر کے تحت گھر کے اندر ہوئی تھی۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے حیران کر دینے والے شواہد پیش کئے ہیں جن سے محسوس ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ کو فرقہ بندی سے شدید نفرت تھی۔ ان کے ملٹری سیکرٹری بریگیڈیر ''نور حسن'' کی گواہی سے بتایا ہے کہ وہ اس روز، رات بھر جاگتے رہے اور قائداعظمؒ کا کوئی ایسا جنازہ نہ ہوا، پھر انہوں نے خود ہی بتایا کہ ان کے ایک اے ڈی سی نے قائداعظمؒ کو ایک چٹ دی جس پر لکھا تھا کہ کراچی کی فلاں جگہ پر کل شام ''مجلس'' پر آپ کا انتظار رہے گا''۔ قائداعظمؒ نے چٹ پڑھتے ہی حکم دیا کہ ''اس اے ڈی سی کو پہلی دستیاب ٹرین سے راولپنڈی جی ایچ کیو بھجوا دیا جائے''۔

قائداعظمؒ کو سیکولر ثابت کرنے کے جواب میں اس کتاب کا باب ''قائداعظمؒ اور سیکولرازم'' خصوصاً اور پوری کتاب عموماً لاجواب ہے۔ کتاب میں قائداعظمؒ کی تقریر کا یہ اقتباس آنکھوں کو تر کر دیتا ہے، یہ تقریر 1939ء کی ہے۔ قائداعظمؒ نے فرمایا، ''میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا دل، ایمان اور میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے مدافعتِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح تم مسلمانوں کی حمایت کا فرض بجا لائے۔ میرا خدا یہ کہے کہ بیشک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں اسلام کو سربلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے''۔ 63 سالہ قائداعظمؒ کے الفاظ ہیں جو آخرت کی جوابدہی، اسلام کے جذبے اور سربلندی کے تصور سے معمور ہیں۔ یہ کتاب نہیں، ایک دستاویز ہے، ایک حقائق نامہ ہے، سچ کا ایک سفر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کتاب کے بعد کون کون ہے جو اپنے جھوٹ پر شرمسار ہوتا ہے، معذرت کرتا ہے۔ لیکن کوئی نہیں کرے گا کیونکہ پاکستان کے میڈیا پر قابض یہ ٹولہ معذرت کا عادی ہی نہیں ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''92''، 10 ستمبر 2020ء)

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(20 اگست تا 2 ستمبر 2020ء)

جمعرات (20 اگست 2020ء) کو دارالاسلام مرکز میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر 02:30 بجے نائب امیر جماعت اسلامی لیاقت بلوچ سے کھانے پر ملاقات کی۔ اس کے بعد شعبہ نشر واشاعت کے کارکنوں کے ساتھ نماز عصر تک ملاقات کی۔ اس موقع پر نائب امیر بھی ہمراہ تھے۔ عصر سے مغرب تک ناظم اعلیٰ سے ملاقات کی۔ بعد نماز مغرب میجر (ر) فتح محمد صاحب سے ملاقات کی۔ رات کو کراچی واپسی ہوئی۔

جمعہ (21 اگست 2020ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ شام کو کاروباری طبقے سے تعلق رکھنے والے لاہور کے خالد یعقوب سے، جو کراچی آئے ہوئے تھے، معروف اینکر عتیق احمد کے ہمراہ ان کے گھر پر ملاقات کی۔

ہفتہ (22 اگست 2020ء) کو مختلف تنظیمی امور پر نائب امیر سے مشورہ کے بعد فیصلے کیے۔

اتوار (23 اگست 2020ء) کو توسیعی مشاورت کراچی کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعدازاں کچھ ریکارڈنگ کروائی۔

سوموار (24 اگست 2020ء) کو حلقہ شمالی کراچی کے ایک مقامی امیر کے رابطہ سے مفتی نعمت الحق اور تین علماء وائمہ مساجد سے ملاقات کی۔ انہوں نے مساجد میں تعلیم وتربیت کے حوالے سے مشورے مانگے تھے۔ اس حوالے سے ان کو قرآن اکیڈمی اور تنظیم اسلامی کے تجربات کی بنیاد پر کچھ مشورے دیے۔

منگل (25 اگست 2020ء) کو بارش کی بنا پر گھر میں مصروفیات رہیں اور مختلف تنظیمی امور پر نائب امیر سے مشورہ کے بعد فیصلے کیے۔ رات کو لاہور آمد ہوئی۔

بدھ (26 اگست 2020ء) کو دارالاسلام مرکز میں نائب امیر کے ہمراہ ناظم اعلیٰ سے تنظیمی امور کے حوالے سے گفتگو اور مشورہ کیا۔ پھر شعبہ تعلیم وتربیت سے ظہر تک ملاقات رہی۔ بعد نماز ظہر ناظم زکوٰۃ سے ملاقات کی اور ضروری امور نمٹائے۔ بعدازاں رجوع الی القرآن کورس کے حوالے سے ناظم تعلیم وتربیت اور ناظم کورس سے ملاقات کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ناظم بیرون پاکستان سے ملاقات کی۔ عصر تا مغرب ناظم اعلیٰ سے ملاقات رہی۔ مغرب کے بعد میجر (ر) فتح محمد صاحب سے ملاقات میں کچھ امور نمٹائے۔

جمعرات (27 اگست 2020ء) کو دارالاسلام مرکز میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر ناظم زکوٰۃ سے ان کے شعبہ کے امور نمٹائے۔ بعدازاں نائب امیر سے بعض تنظیمی امور کے حوالے سے ملاقات رہی۔ قبل از عصر مشیر خصوصی حافظ عاکف سعید سے ملاقات کی۔ بعد نماز عصر شعبہ نشر واشاعت وشعبہ سمع وبصر کے کارکنوں سے قرآن اکیڈمی میں ملاقات کی۔ اسی رات کو کراچی واپسی ہوئی۔

جمعہ (28 اگست 2020ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (29 اگست 2020ء) کو مختلف تنظیمی امور پر نائب امیر سے رابطہ رہا اور کچھ ریکارڈنگ کروائی۔

اتوار (30 اگست 2020ء) کو گھر پر مصروفیات رہیں۔ شام کو سینئر رفیق تنظیم میجر (ر) شاہد حفیظ چودھری سے ماضی کے وعدہ کے مطابق ملاقات کی۔ انہوں نے کچھ مشورے/تجاویز دیں، جوان کو نظم کے ذریعہ بھیجنے کا کہا۔

سوموار (31 اگست 2020ء) کو کچھ ریکارڈنگ کروائی۔ نائب امیر سے فون پر مشاورت رہی۔ رات کو حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق کی عیادت کے لیے جانا ہوا۔

منگل (یکم ستمبر 2020ء) کو علم فاؤنڈیشن کی مصروفیات رہیں۔ شام کو یونیورسٹیوں میں قرآنی نصاب رائج کرنے کے حوالے سے کچھ ذمہ دار حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں۔

بدھ (02 ستمبر 2020ء) کی صبح لاہور آمد ہوئی۔ ''زمانہ گواہ ہے'' کے پروگرام میں آن لائن شرکت کی۔ بعدازاں ناظم اعلیٰ سے نائب امیر کے ہمراہ مشاورت کی۔ بعد نماز مغرب دارالاسلام مرکز میں تحریک خلافت پاکستان کی خلافت کمیٹی کے اجلاس میں بطور مبصر شرکت کی۔

صحابیات رضی اللہ عنہن کے کارنامے

فرید اللہ مروت

اسلام کی تاریخ ہمارے سامنے مسلمان عورت کا اصلی اور بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ اور آج جب کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ مغربی تہذیب وتمدن اور طرزِ معاشرت ہمارے گھروں میں سرایت کر رہا ہے۔ دورِ حاضر میں مغربی تہذیب وثقافت سے متاثر مسلمان خواتین اور لڑکیاں اسلام کی ممتاز اور برگزیدہ خواتین کی سیرتوں سے نا آشنا ہیں۔ ہماری لڑکیوں کے سامنے اب تقلید ونقل کے لیے فلم ستاروں کے نمونے اور یورپ وامریکہ کی ان خواتین کے اعمال اور افعال ہیں جو چراغ خانہ نہیں بلکہ شمع محفل ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ کچھ ہیں۔ ذرا اس صورت حال کا تصور تو کیجئے جب ان لڑکیوں کی گود میں ہماری آئندہ نسلیں پرورش پا کر جوان ہوں گی۔ کیا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ان کی گود میں خالدؓ، طارقؒ اور محمد بن قاسمؒ کے جانشین پرورش پاسکیں گے۔ اسلام کے ہر دور میں اگرچہ عورتوں نے مختلف حیثیتوں سے امتیاز حاصل کیا ہے۔ لیکن ازواج مطہرات طیبات اور اکابر صحابیات رضی اللہ عنہن ان تمام حیثیات کی جامع ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی مسلمان خواتین اور بچیوں کے ہاتھوں میں ان پاک نفوس خواتین اسلام کی سیرت پر مشتمل کتابیں دیں تا کہ ہماری نورِ نظر بچیاں ان کو بار بار پڑھ کر اپنی سیرت وکردار کو ان خواتین اسلام کے سانچوں میں ڈھالیں جن پر آسمان وزمین رہتی دنیا تک فخر کریں گے۔ اسی سلسلے میں ہم ہفت روزہ ندائے خلافت میں مسلمان خواتین اور بچیوں کو ان جلیل القدر صحابیات رضی اللہ عنہن کی تابناک سیرت کے روشن گوشوں سے آگاہ کرنے کے لیے ''سیرت صحابیاتؓ'' کے عنوان سے سلسلہ وار مضامین کی اشاعت کا آغاز کر رہے ہیں۔ پہلے سیرت امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور اس کے بعد نامور صحابیات رضی اللہ عنہن کا تذکرہ کریں گے۔ یہ مضمون اسی سلسلے کا ابتدائیہ ہے۔ ان شاء اللہ اگلے مضمون سے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے روشن پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

اسلام کا مقصد وحید تمام دنیا کو ایک سطح پر لانا تھا۔ اس کی شہنشاہی میں پست وبلند، شاہ وگدا، امیر وغریب، عالم وجاہل، عورت ومرد، سب ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اس نے اپنی تعلیمات، احکام اور قوانین کے ذریعہ سے تمام دنیا کو مساوات کا پیغام سنایا، جس سے مذہب، اخلاق، تمدن اور سیاست کا قالب بدل گیا اور اس میں وہ نئی روح حرکت کرنے لگی جس کے پیدا کرنے کو اسلام نے اولین ترجیح دی۔

عورت کو دنیا نے جس نگاہ سے دیکھا وہ مختلف ممالک میں مختلف رہی ہے۔ مشرق میں عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ ہے۔ روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے۔ یونان اس کو شیطان کہتا ہے۔ تورات اس کو لعنت ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے۔ کلیسا اس کو باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے۔ لیکن اسلام کا نقطہ نظر ان سب سے جدا ہے۔ وہاں عورت نسیم اخلاق کی نکہت اور چہرۂ انسانیت کا غازہ سمجھی جاتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی۔ لیکن جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیات نازل کیں تو ہم کو ان کی قدر ومنزلت معلوم ہوئی۔

عرب جاہلیت کی رسم دختر کشی پر نظر ڈال کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر ((یَا اَنْجَشَۃُ رُوَیْدَكَ بِالْقَوَارِیْرِ)) ''انجشہ! دیکھنا یہ آبگینے ہیں۔'' (مسند احمد)

((اَلرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ وَالْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ)) (رواہ البخاری)

''مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے اور اس سے ان کے متعلق جواب طلب ہوگا۔ اور عورت شوہر کے گھر کی راعیہ ہے اور اس سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔''

سنن ابن ماجہ میں اس کی مزید تشریح ہے۔

((لَیْسَ تَمْلِکُوْنَ مِنْھُنَّ شَیْئًا غَیْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ)) (ترمذی)

''تم کو عورتوں پر بجز مخصوص حقوق کے کوئی دسترس حاصل نہیں ہے، لیکن ہاں جب کوئی گناہ کریں۔''

اس بنا پر اسلام میں عورت کی جو قدر ومنزلت قائم ہوئی وہ بلحاظ نتائج دیگر اقوام ومذاہب سے بالکل مختلف اور منفرد تھی۔ تمام دنیا اپنی قومی تاریخ پر ناز کرتی ہے اور بجا طور پر کرتی ہے لیکن اگر اس سے یہ سوال کیا جائے کہ اس افسانہائے پارینہ میں صنف نازک کی سعی وکوشش کا کس قدر حصہ تھا؟ تو دفعتاً ہر طرف خاموشی چھا جائے گی اور فخر وغرور کا سارا ہنگامہ سرد ہو کر رہ جائے گا۔

بخلاف اس کے اسلام نے جن پردہ نشینوں کو اپنے کنار عاطفت میں جگہ دی، انہوں نے دنیا میں بڑے بڑے عظیم الشان کام انجام دیئے ہیں جو تاریخ کے صفحات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

صحابیات رضی اللہ عنہن کے کارنامے تمدن کے تمام عنوانات پر منقسم ہیں۔ یہاں ہم ان کا مختصراً تذکرہ کر رہے ہیں۔

مذہبی کارنامے

مذہبی خدمات کے سلسلہ میں سب سے اہم خدمت جہاد ہے اور صحابیات رضی اللہ عنہن نے جس جوش، جس خلوص، جس عزم اور جس استقلال سے اس خدمت کو ادا کیا ہے اس کی نظیر مشکل سے مل سکے گی۔ غزوۂ احد میں جب کہ کافروں نے حملہ کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چند جاں نثار رہ گئے تھے، حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہوگئیں۔ کفار جب آپؐ پر حملہ کرتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ ابن قمیہ جب درّاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر روکا۔ چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ انہوں نے تلوار ماری لیکن وہ دہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے کارگر نہ ہوئی۔ جنگ مسیلمہ میں انہوں نے اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ 12 زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔

غزوۂ خندق میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا اور یہودیوں کے حملہ کے روکنے کی جو تدبیر اختیار کی وہ بجائے خود نہایت حیرت انگیز ہے۔ غزوۂ حنین میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا خنجر لے کر نکلنا ایک مشہور بات ہے۔

جنگ یرموک جو خلافت فاروقی میں ہوئی تھی میں حضرت اسماء بنت ابوبکر، حضرت ام ابان، ام حکیم، خولہ، ہند اور ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہن نے بڑی دلیری سے جنگ کی تھی اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے جو انصار کے قبیلہ سے

تھیں، خیمہ کی چوب سے نو رومیوں کو کر کے خود بھی جامِ شہادت نوش کیا۔

میدان جنگ میں اس کے علاوہ صحابیات ؓ اور خدمات بھی انجام دیتی تھیں۔ مثلاً (1) پانی پلانا (2) زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔ (3) شہیدوں اور زخمیوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے لے جانا۔ (4) چرخہ کاتنا (5) تیر اٹھا کر دینا (6) خورد ونوش کا انتظام کرنا۔ (7) قبر کھودنا (8) فوج کو ہمت دلانا۔ چنانچہ حضرت عائشہ، ام سلیم، ام سلیط ؓ نے غزوۂ احد میں مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلایا تھا۔

ام سلیم ؓ اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور اس مقصد کے لیے وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ حضرت ام عطیہ ؓ نے مختلف غزوات میں صحابہؓ کے لیے کھانا پکایا تھا۔

اشاعت اسلام بھی مذہب کی ایک بڑی خدمت ہے اور صحابیات ؓ نے اس سلسلے میں خاص کوششیں کی ہیں، چنانچہ حضرت فاطمہ بنت خطاب ؓ کی دعوت پر حضرت عمر ؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔ ام سلیم ؓ کی ترغیب سے ابوطلحہ ؓ نے آستانہ اسلام پر سر جھکایا تھا۔ عکرمہ ؓ اپنی بیوی ام حکیم ؓ کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے۔ اور ام شریک دوسیہ ؓ کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا تھا۔ جو نہایت مخفی طور پر اس خدمت کو انجام دیتی تھیں۔

اسلام کی حفاظت بھی ایک اہم کام ہے اور متعدد صحابیات ؓ میں سب سے زیادہ اس خدمت کو حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے ادا کیا ہے۔ 35ھ میں جب حضرت عثمان ؓ شہید ہوئے اور نظام دین درہم برہم ہو گیا تو انہوں نے اصلاح کی آواز بلند کی جس پر مکہ اور بصرہ کے لوگوں نے لبیک کہا۔

سیاسی کارنامے

صحابیات ؓ نے متعدد سیاسی خدمتیں بھی انجام دی ہیں۔ چنانچہ حضرت شفاء بنت عبد اللہ ؓ اس درجہ صائب الرائے تھیں کہ حضرت عمر ؓ ان کی تحسین کرتے اور ان سے مشورہ لیتے تھے۔

ہجرت سے قبل جب قریش نے کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنا چاہا تو رقیقہ بنت صیفی ؓ نے جو عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں، سرور عالم ﷺ کو اس ارادہ کی اطلاع دی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ خواب گاہ میں حضرت علی ؓ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

علمی کارنامے

اسلامی علوم یعنی قراءت، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض میں متعدد صحابیات ؓ کمال رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہ ؓ، حفصہ ؓ، ام سلمہ ؓ اور ام ورقہ ؓ نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ ہند بنت اسید ؓ، ام ہشام ؓ، بنت حارثہ، رائطہ بنت حیان ؓ اور ام سعد بنت سعد ابن ربیع ؓ بعض حصوں کی حافظہ تھیں، ام سعد ؓ قرآن مجید کا درس بھی دیتی تھیں۔

تفسیر میں حضرت عائشہ ؓ کو خاص کمال حاصل تھا، چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا معتد بہ حصہ منقول ہے۔

حدیث میں ازواج مطہرات ؓ خصوصاً اور حضرت عائشہ اور ام سلمہ ؓ تمام صحابیات ؓ سے ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ ؓ کی روایات 2210 ہیں اور حضرت ام سلمہ ؓ نے 378 حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ ام عطیہ ؓ اور اسماء بنت ابوبکر ؓ، ام ہانی ؓ اور فاطمہ ؓ بنت قیس بھی کثیر الروایہ گزری ہیں۔

فقہ میں حضرت عائشہ ؓ کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

فرائض میں حضرت عائشہ ؓ کو خاص مہارت تھی۔ اور بڑے بڑے صحابہ ؓ ان سے فرائض کے متعلق مسائل دریافت کرتے تھے۔

ازواج مطہرات ؓ میں حضرت ام سلمہ ؓ لحن کے ساتھ قرآن پڑھتی تھیں اور خاص آنحضرت ﷺ کے طرز پر پڑھ سکتی تھیں۔

اسلامی علوم کے علاوہ اور علوم میں بھی صحابیات دسترس رکھتی تھیں مثلاً علم اسرار میں حضرت ام سلمہ ؓ کو پوری واقفیت تھی۔ خطابت میں اسماء بنت سکن ؓ کا خاص شہرہ تھا۔ تعبیر میں اسماء بنت عمیس مشہور تھیں۔ طب اور جراحی میں رفیدہ اسلمیہ، ام مطاع، ام کبشہ، حمنہ بنت جحش، معاذہ، لیلیٰ، امیمہ، ام زیاد، ربیع بنت معوذ، ام عطیہ، ام سلیم ؓ کو زیادہ مہارت تھی۔ رفیدہ ؓ کا خیمہ جس میں جراح خانہ بھی تھا، مسجد نبوی کے پاس تھا۔

شاعری میں خنساء، سعدی، صفیہ عاتکہ، امامہ مریدیہ، ہند بنت حارث، زینب بنت عوام، اروی، عاتکہ بنت زید، ہند بنت اثاثہ، ام ایمن، قتیلہ عبدریہ، کبشہ بنت رافع، میمونہ بلویہ، نعم، رقیہ ؓ زیادہ نامور ہیں۔

عملی کارنامے

اس سے مراد صنعت وحرفت ہے، جس میں حیاکت، فلاحت، کتابت، تجارت اور خیاطت وغیرہ داخل ہیں۔ مسند احمد بن حنبل کی متعدد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات ؓ عموماً کپڑا بنا کرتی تھیں جو ان کو اور ان کی اولاد کو کافی ہوتا تھا۔

کاشتکاری تمام صحابیات ؓ نہیں کرتی تھیں بلکہ وہ مدینہ یا دیگر سرسبز مقامات کے باشندوں کے ساتھ مخصوص تھی۔ مدینہ میں عموماً انصار کی عورتیں کاشتکاری کرتی تھیں، مہاجر عورتوں میں حضرت اسماء ؓ کا بھی یہی مشغلہ تھا۔

لکھنا بہت سی صحابیات ؓ جانتی تھیں، چنانچہ شفاء بنت عبداللہ ؓ کو اس میں خاص طور پر شہرت حاصل ہے جنہوں نے ایام جاہلیت ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ شفاء ؓ کے علاوہ حضرت حفصہ ؓ، ام کلثوم بنت عقبہ ؓ اور کریمہ بنت المقداد ؓ بھی لکھنا جانتی تھیں۔ حضرت عائشہ ؓ اور ام سلمہ ؓ کو اگرچہ پڑھنا آتا تھا لیکن لکھنا نہیں آتا تھا۔

صحابیات ؓ میں بعض عورتیں تجارت بھی کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ ؓ کی تجارت نہایت وسیع پیمانہ پر شام سے تھی۔ خولہ، ملیکہ، ثقفیہ اور بنت مخربہ ؓ عطر کی تجارت کیا کرتی تھیں۔

حضرت سودہ ؓ طائف کی کھالیں درست کرتی اور ان کو دباغت دیتی تھیں۔ حضرت زینب ؓ بھی دستکار تھیں۔ ان صنعتوں کے علاوہ بعض صحابیات ؓ اور کام بھی جانتی تھیں۔

آج کے اس پُرفتن دور میں ہر مسلم گھرانے میں سیرت صحابہؓ اور صحابیاتؓ پر مشتمل کتابیں ہونی چاہیے تاکہ ہمارے بچے ان کی سیرت کو اپنا کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہماری خواتین کو سیرت صحابیات طیبات ؓ کا نمونہ بننے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر ہاشمی فیملی کو اپنی بیٹی، تعلیم ایم بی اے، ایم فل، عمر 26 سال، قد "5'.7 کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار، ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-4009979

’’ابلیس کی مجلس شوریٰ‘‘ اور حالاتِ حاضرہ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

ابلیس کے افتتاحی خطاب کے بعد اب اس کا پہلا مشیر گویا ہوتا ہے: ؎

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام

وہ کہتا ہے کہ ہم نے لبرل ڈیموکریسی‘ عوامی حاکمیت‘ لادینیت‘ سودی نظام پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام اور بے حیائی اور فحاشی یعنی نام نہاد روشن خیالی پر مبنی معاشرتی یا خاندانی نظام کو استحکام بخشا ہے اور عوام کے اندر اس کے خلاف تحریک کی بجائے اس کو برداشت کرنے کے جراثیم پیدا کر دیے ہیں۔ اب انسانوں کی اکثریت کسی طور پر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کو تیار نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال نے ابلیسی نظام کے ایک ایک گوشے کو دنیا پر آشکار کر کے رکھ دیا ہے۔ علامہ نے موجودہ سیاسی نظام پر ان الفاظ میں پھبتی چست کی کہ ؎

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن‘ ممبری‘ کونسل‘ صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے

مغربی جمہوریت پر ان الفاظ میں تنقید کی: ؎

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں‘ تولا نہیں کرتے

ابلیسیت کے معاشرتی نظام کے غلبے کے بارے میں فرمایا: ؎

یہ کوئی دن کی بات ہے‘ اے مردِ ہوشمند!
غیرت نہ تجھ میں ہوگی‘ نہ زن اوٹ چاہے گی

مغربی معاشی نظام جو سود پر مبنی تجارت پر مشتمل ہے‘ کے بارے میں کہتے ہیں: ؎

ظاہر میں تجارت ہے‘ حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا‘ لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

پہلا مشیر اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے: ؎

ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجود
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نمازِ بے قیام

یعنی خوئے غلامی کی وجہ سے عوام کے اندر تحریکی جذبات ختم ہو گئے ہیں۔ اب وہ ہر قسم کے ظلم وستم اور استحصال کو اپنا مقدر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ استحصالی نظام کے سامنے سجدہ میں گرے ہوئے ہیں۔ یہ اسی غلامانہ سوچ کا نتیجہ ہے کہ آج بعض مسلمان کہتے پھرتے ہیں کہ سود کے بغیر دنیا کا کوئی معاشی نظام چل ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح عورت کو بے پردہ کیے بغیر معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا‘ وغیرہ وغیرہ۔

آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام!

ظالمانہ اور استحصالی نظام کے تابع رہتے ہوئے عوام کے کسی طبقے میں اعلیٰ خیالات‘ اچھے نصب العین یا کسی اونچے آدرش کے پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ یہ نظام انسان کو حیوانیت کی سطح پر لے آیا ہے اور پیسے کا حصول اور ظاہری نمود ونمائش انسان کے اہداف بن چکے ہیں۔ ایسے میں اگر کبھی کوئی آرزو یا نصب العین پیدا ہو بھی جائے تو وہ خود دب کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو اقبال نے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا کہ ؎

آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اب ابلیس کا مشیر ایک اور تلخ حقیقت سے پردہ اُٹھاتا ہے کہ ؎

یہ ہماری سعیٔ پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام!

خلافت راشدہ کے اختتام پر ہمارے ہاں جس نظام نے جنم لیا‘ اس میں صوفی اور پیشہ ور ملاّ واقعتاً ملوکیت کے استحصالی نظام کے معاون و مددگار تھے اور اب بھی ہیں۔ ملوکیت کی حمایت و پشت پناہی کی ایک صورت یہ بھی تو ہے کہ آدمی کو اس سے کوئی غرض نہ ہو کہ معاشرے میں کیا ہو رہا ہے۔ شیطان ننگا ناچتا ہے تو ناچتا رہے۔ اللہ کے احکامات پامال ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔ سنتوں اور شعائرِ اسلامی کا تمسخر اور استہزا ہوتا ہے تو ہوتا رہے۔ وہ بس مسجد یا محراب میں بند ہو کر اللہ ہو‘ اللہ ہو کی ضربیں لگاتا جائے‘ اپنا اور اپنے مریدین کا تزکیہ کرے‘ فرائض دینی کو نظر انداز کرتے ہوئے سنتوں اور نوافل کے التزام میں اپنی زندگیاں کھپا دے۔ اسے فکر بس اس بات کی ہو کہ اس کے مراتب اور مقامات کیا ہیں۔ یعنی: ؎

عجم کے خیالات میں کھو گیا
یہ سالک مقامات میں کھو گیا

اور: ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمت روایات میں کھو گئی

یا: ؎

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ
ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور!
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور‘ مجاہد کی اذاں اور!

صوفی نے حالات سے پردہ پوشی کی تو ملاّ نے تمام غلط معاملات سے چشم پوشی کی راہ اختیار کی۔ سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ فقہاء نے متغلب یا غاصب کی حکومت کے جائز ہونے کا فتویٰ جاری کر دیا۔ یعنی اگر کوئی شخص بزورِ قوت اقتدار پر قابض ہو جائے تو کوئی شخص اس کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتا‘ جب تک کہ وہ آمر کفر بواح کا حکم نہ دے۔ ذرا سوچیے‘ غاصب اور آمر کو کفر کا حکم دینے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو محل بنائے گا‘ تاج محل کھڑے کرے گا‘ عیش وعشرت کی زندگی گزارے گا‘ عوام کا استحصال کرے گا‘ مزدور کے خون پسینے سے کشید کی ہوئی شراب سے لطف اندوز ہوگا۔ کیا اس کے دماغ میں خلل ہے کہ وہ عوام کو کفر کا حکم دے؟ افسوس کہ ایسے حکمران کے خلاف بغاوت نہ کرنے کا تصور سُنّی اسلام کی رگوں میں بھر گیا جس کی وجہ سے پوری سُنّی دنیا سُن ہوئی پڑی ہے۔ صرف شیعہ اسلام اس تصور سے مبرا ہے۔ اُن کے نزدیک اگر معتد بہ قوت نہیں ہے اور بغاوت نہیں ہو سکتی تو بھی چاہیے کہ آدمی ایسی حکومت کو ذہناً تسلیم نہ کرے‘ بلکہ اس سے نفرت کرے‘ مگر سنّیوں میں ’’شیخ الاسلام‘‘ کے خطابات والے بیٹھے ہیں اور ان کی موجودگی میں دین کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں اور ظالمانہ اور استحصالی نظام پورے دھڑلے سے چل رہا ہے۔

علماء نے مزید غلطی یہ کی کہ علم الکلام کے مسائل کو بحث

ومباحثہ کا موضوع بنا دیا۔ ان موضوعات پر بحث وتمحیص کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں عمل کا جذبہ سرد پڑ گیا۔ لہٰذا اس تصور کو ابھارا گیا کہ جو بھی اقتدار میں آ جائے اُسے تسلیم کرو‘ اس کی اطاعت کرو اور اُسے ”امیر المؤمنین“ جانو۔ اس کے خلاف بغاوت اُسی صورت میں ہو سکتی ہے جب وہ کفر کا حکم دے۔

اُمت مسلمہ کے پہلے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نہایت ہی اہم تجدیدی کام کیے تھے۔ اوّلاً موروثی بادشاہت کے تصور کا خاتمہ کیا۔ انہوں نے اپنے تقرر کے موقع پر کہا تھا کہ مجھے ایک شخص نے خلافت کے لیے نامزد کیا ہے اور میں اس نامزدگی کو تسلیم نہیں کرتا‘ ہاں عوام چاہیں تو خلافت قبول کرلوں گا۔ چنانچہ عوام کے اصرار اور رائے پر آپ نے خلافت کو قبول کیا۔ دوسرے انہوں نے جاگیرداری نظام کا قلع قمع کیا۔ چنانچہ خلیفہ بننے کے بعد پہلا کام یہی کیا کہ ان تمام دستاویزات کو منگوا کر خود اپنے ہاتھوں سے تلف کر دیا جو جاگیروں کی الاٹمنٹ پر مبنی تھیں۔ اس طرح ان کے دور میں جاگیرداری نظام بھی ختم ہو گیا۔ افسوس کہ بعد میں پھر جاگیرداری (Land-lordism)‘ غیر حاضر زمینداری (Absentee land-lordism) اور موروثی بادشاہت کے غلط تصورات کو جائز قرار دے دیا گیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون!)

ابلیس کا پہلا مشیر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے: ؎

طبعِ مشرق کے لیے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ ’قوالی‘ سے کچھ کمتر نہیں ’علم کلام‘

قوالی کی یہ خاصیت ہے کہ وہ آدمی کے قوائے عملی کو ختم کر کے اسے سر دھننے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہی معاملہ علم کلام کا ہے۔ علم کلام اور فلسفے میں ان مسائل پر گفتگوئیں ہوتی ہیں کہ اللہ کی صفات اُس کی ذات پر اضافی ہیں یا اس کی ذات کا جزو ہیں؟ اس کی صفات حادث ہیں یا قدیم ہیں؟ اس کائنات اور ربّ کے مابین کیا تعلق ہے؟ یہ ایسے لاینحل مسائل ہیں جنہیں قرآن اور حدیث نے چھیڑا ہی نہیں۔ اگرچہ یہ مسائل اپنی جگہ اہم ہیں‘ مگر اِن کو عوامی بحث ومباحثہ کا موضوع بنا لینا‘ ان پر بحثیں کرنا‘ مناظرے منعقد کرنا قوالی کے مترادف ہی تو ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب ترکوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تو عیسائیوں کے علماء ”آیا صوفیا“ گرجا گھر میں اس پر بحث کر رہے تھے کہ سوئی کی نوک پر کتنے فرشتے آ سکتے ہیں؟ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت کے بعد بھی حضرت مریم علیہا السلام کنواری رہ گئی تھیں یا نہیں؟ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے (عیسائی روایات کے مطابق) سولی چڑھنے سے قبل جو کھانا کھایا تھا اُس کھانے میں شامل روٹی خمیری تھی یا فطیری؟ عیسائی علماء میں یہ بحثیں ہو رہی تھیں اور باہر مسلمانوں کا لشکر شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ یہی تاریخ مسلمان علماء نے ہندوستان میں دہرائی۔ انگریز ہندوستان میں داخل ہو چکا تھا اور بنگال سے آگے بڑھ رہا تھا‘ نوابوں کی حکومتیں تہ وبالا ہو چکی تھیں اور علماء یہ بحث کر رہے تھے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ (معاذ اللہ!) اگر نہیں بول سکتا تو عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ نہیں‘ اور اگر بول سکتا ہے تو یہ شانِ خداوندی کے خلاف ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ دوسرا احمدؐ (ﷺ) بنانے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر قادر ہے تو محمد ﷺ بے نظیر تو نہ ہوئے! ادھر مسلمان ان موضوعات پر بحثیں کر رہے تھے‘ اُدھر انگریز پورے ہندوستان کو اپنے قبضے میں لا رہا تھا:

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مؤمن کی تیغِ بے نیام!

ابلیس کا مشیر کہتا ہے کہ ہمارے ابلیسی نظام کو حج کے عظیم اجتماع سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ اس اجتماع کی حیثیت ”ہجوم مؤمنین“ کے سوا کچھ نہیں۔ مسلمانوں کی تلواریں کند ہو چکی ہیں اور وہ جذبۂ جہاد اور مستی کردار سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔ ان کے اعلیٰ طبقات کا حال یہ ہے کہ:

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال
مُلّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
شاعر کی نوا مُردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست‘ نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

قرآن حکیم سے دُوری کی وجہ سے مسلمان ہمہ گیر زوال سے دوچار ہیں۔ قرآن جو علمی اور عملی طور پر بھی مؤمنین کے لیے تیغ کا کام کرتا تھا‘ اب مؤمن تارکِ قرآن ہو کر اُس تیغ سے محروم ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کی قرآن حکیم سے دوری ابلیس اور اس کے نظام کے استحکام کے لیے حد درجہ اہمیت کی حامل ہے۔

کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید؟
’ہے جہاد اس دَور میں مردِ مسلماں پر حرام!‘

یہاں پر مشیر صدر مجلس ابلیس سے استفہامیہ انداز میں کہہ رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ پر نومیدی کی کیفیت طاری ہو رہی ہے اور آپ نے یہ مشاورتی اجلاس منعقد کیا ہے؟ جبکہ جہاد اِس دَور میں مردِ مسلمان کی زندگی سے خارج ہو چکا ہے۔ آپ کا ایجنٹ غلام احمد قادیانی جہاد کی حرمت کا فتویٰ جاری کر چکا ہے۔ اور مسلمان اب جہاد کے مسئلے پر دفاعی پوزیشن اختیار کر چکا ہے۔

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر!

مجلس شوریٰ کا دوسرا مشیر اپنے ساتھی پہلے مشیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

خیر ہے سلطانیٔ جمہور کا غوغا کہ شر؟
تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے باخبر

دنیا میں ابلیسیت کے نظام کو چیلنج کرنے کے لیے نئے نئے فتنے اُٹھ رہے ہیں‘ یعنی بادشاہت اور ملوکیت کے خلاف تحریکیں چل رہی ہیں اور سلطانیٔ جمہور کا غلغلہ ہے۔ چنانچہ فرانس اور روس میں بادشاہتوں کے نظام زمین بوس ہو چکے ہیں اور انقلابات نے دوسرے نظاموں کو جنم دے دیا ہے‘ آخر یہ کیا ہے؟ یہ ہمارے شیطانی نظام کے لیے مفید ہے یا نقصان دہ؟

(جاری ہے)

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (طٰہٰ:14) ”اور نماز قائم کرو میری یاد کے لیے!“

فلسفۂ دین کی رُو سے
طالبانِ قرآن اور خادمانِ دین کے لیے

نماز کی خصوصی اہمیت

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کے دو (2) فکر انگیز اور بصیرت افروز خطابات

o امپورٹڈ بک پیپر o عمدہ طباعت o خوبصورت ٹائٹل
o صفحات:56 o قیمت:60 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور، 36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، 042-35869501-3

19 Years after 9/11.....

The international team of civil engineers concluded that the official story of Building 7’s destruction is entirely false. That expert report is already in the Memory Hole. Popular Mechanics, Wikipedia and CNN cannot label a distinguished team of experts “conspiracy theorists.” Therefore the presstitutes and assorted cover-up artists for the 9/11 false flag attack on the United States will simply act as if no such report exists. The vast majority of people in the world will never hear about the report. We doubt that the real perpetrators of 9/11 (a.k.a. Mossad and CIA) will even bother to hire their own team to “refute” the report as that would bring the report into the news, the last place the perpetrators want it to be.

The 9/11 Commission report was not an investigation and ignored all forensic evidence. The NIST simulation of Building 7’s collapse was rigged to get the desired result. The only real investigations have been done by private scientists, engineers, and architects. They have found clear evidence of the use of nano-thermite in the destruction of the twin towers. More than 100 First Responders have testified that they experienced a large number of explosions inside the towers, including a massive explosion in the sub-basement prior to the time the airliners are said to have hit the tower. Numerous military and civilian pilots have said that the flight maneuvers involved in the WTC and Pentagon attacks are beyond their skills and most certainly beyond the skills of the alleged hijackers. Wreckage of the airliners is surprisingly missing from impact sites. And so on and so on. That Building 7 was a controlled demolition is no longer disputable.

On the basis of the known evidence, knowledgeable and informed people have concluded that 9/11 was an inside job organized by Vice President Dick Cheney, his stable of neoconservatives, and Israel for the purpose of reconstructing the Middle East in Israel’s interest, destroying the Islamic Emirates of Afghanistan and enriching the US military/security complex in the process.

Most people are unaware of Robert Mueller’s role as FBI Director in protecting the official 9/11 story from the evidence. Paul Sperry reports in the New York Post the many actions Mueller took as FBI director to hide the facts from Congress and the public. Patrick Pasin, a French author, provides additional evidence of Mueller’s misuse of his office to protect an official lie. An English language translation of Pasin’s book, The FBI Accomplice of 9/11, has been published by Talma Studios in Dublin, Ireland.

Pasin’s book consists of his organization of the known evidence, which has been suppressed in order to perpetrate a false story of 9/11, into a compelling account of how a false flag attack was protected from exposure. He details the plan “through which the FBI tried to prove the government conspiracy narrative—no matter the cost.” Keep in mind that Mueller was the one assigned this task by the US President(s) and the US Deep State. Dirty business was Mueller’s business. Pasin collects the evidence and weaves it into a compelling story. It is all there. The insider trading in advance of the airliner hijackings, the impossibility of cell phone calls from airliners in 2001, the anthrax letters sent to senators Tom Daschle and Patrick Leahy which paved the way for the PATRIOT Act, the effort to blame American military scientists for the letters once it emerged that the anthrax was unique to a US military lab, the total implausibility of finding an undamaged passport in the rubble of the twin towers where fires allegedly were so hot that they melted steel. It is extraordinary that anyone could have believed a word of this. Try to image such intense heat as to melt steel but not enough to burn a passport!

Pasin’s book is easy to read. He just lays it out, revealing falsification after falsification, lie after lie. The obviously false story is fed to the world, and the experts who expose it as false are called “conspiracy theorists” by people too stupid and

uninformed to carry their books. This is America in the 21st century, and apparently the rest of the world's population is not any brighter.

The 19th anniversary of false-flag operation known as 9/11 has passed a few days ago. What have we learned in these 19 years? We have learned that, on a global level, thousands of experts with hard evidence cannot prevail over a transparent official lie in this day and age!

It has become a natural phenomenon of the leaders of the Muslim World to look up to any new Presidential candidate in the USA as a 'Messiah', who would solve all our problems. This notion is as wrong as anything can be. The core principles of the U.S. foreign policy and to a greater degree its domestic policy are pre-determined, made by thousands of think tanks filled with Zionist Jews, Evangelical Christians, Neocons and Hindus who pull the strings from behind the scenes and remain constant regardless of who holds the position of POTUS.

Muslims, today, are culprits of rebelling against the Deen of Islam and are thus reaping the consequences, despite the fact that Allah *(SWT)* has clearly guaranteed them in the Qur'an that they would most certainly be triumphant against all rivals, provided that they became true and sincere in their declaration of Islam, both in letter and spirit, by becoming faithful believers. It is still not too late for us to atone for our sins and revert to being true and faithful believers, both on the individual and the collective levels, thus winning back the pleasure of Allah *(SWT)*. Only then can we become eligible to hope and pray for the Almighty *(SWT)* to reverse our pitiful state and divinely provide us with strength and triumph.

Note: ***Compiled by the Nida-e-Khilafat Team***

ضرورت ہے

تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبہ نشرواشاعت کو پریس اور صحافیوں سے رابطہ کے لیے کارکن کی ضرورت ہے۔ تجربہ کے حامل، لاہور میں رہائش پذیر اور رفیق تنظیم اسلامی قابل ترجیح۔ معقول تنخواہ دی جائے گی۔

برائے رابطہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان
قرآن اکیڈمی، 36-k ماڈل ٹاؤن لاہور (042)35856304

قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر

قومی اسمبلی میں ایوان کی رائے سامنے آئی ہے کہ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کا وہ حصہ جو اقلیتوں کے حوالے سے ہے اُسے قومی تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ

1۔ اس تقریر کا متن مصدقہ ہو، تحریف شدہ نہ ہو۔

2۔ تقریر کا مکمل متن شائع کی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم نے تقسیم ہند سے پہلے تقریباً ایک سو تقاریر اور آزادی کے بعد 13 ماہ میں 14 ایسی تقاریر کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ پاکستان کو خالص اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ آج 11 اگست 1947ء کی تقریر سے جو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ قائداعظم پاکستان کو اسلامی ریاست نہیں بلکہ محض مسلمانوں کا ایک ملک بنانا چاہتے تھے یہ تاثر اس دور میں بھی دیا گیا تھا جس کا رد قائداعظم نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے یوں کیا تھا:

"Islamic principles today are as applicable to life as they were thirteen hundred years ago. He could not understand a section of the people who deliberately wanted to create mischief and propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of Shariat."

(Speeches,Statements and Messages of the Quaid-e-Azam Vol IV, Yusufi, 1996)

(http://www.nazariapak.info/Quaid-e-Azam/Legacy-Personality.php)

علاوہ ازیں ان تاریخی حقائق کو بھی تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جائے کہ تقسیم ہند سے پہلے جب قائداعظم سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا تو انہوں نے برجستہ جواب دیا ہمارا آئین قرآن پاک کی صورت میں تیرہ سو برس پہلے نازل ہو چکا ہے۔

(http://www.nazariapak.info/Quaid-e-Azam/Legacy-Personality.php)

قوم کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ قائداعظم نے یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بینک کی پشاور برانچ کے افتتاح کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے مغربی نظام معیشت کو انسانیت دشمن اور دنیا کے لیے ایک ناسور قرار دیا تھا۔

(Speeches,Statements and Messages of the Quaid-e-Azam Vol IV, Yusufi, 1996)

قائداعظم کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ کی یہ گواہی بھی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے کہ قائداعظم نے ان سے کہا: ''پاکستان قائم ہو چکا ہے اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اُسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں تا کہ خدا اپنا وعدہ پورے کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔'' (روزنامہ جنگ: ستمبر 1988ء)

شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، 36-K قرآن اکیڈمی، لاہور 35856304 (042)

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.30

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore